لاہور

ہفت روزہ

ندائے خلافت

39

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

23 تا 29 ربیع الاوّل 1445ھ/ 10 تا 16 اکتوبر 2023ء

نبی اکرم ﷺ کا خصوصی اُسوہ

نبی اکرم ﷺ کا اصل اور خصوصی اسوہ کون سا ہے؟ یہ اسوۂ حسنہ آپؐ کا وہ صبر وثبات' اللہ کے دین کے لیے سرفروشی اور جاں فشانی ہے جو ہمیں غزوۂ احزاب میں نظر آتی ہے۔ آپؐ کا یہ حال تھا کہ آپؐ اپنے جان نثاروں کے شانہ بشانہ اور قدم بقدم ہی نہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہر مشقت میں شریک تھے۔ کوئی تکلیف ایسی نہ تھی جو دوسروں نے اٹھائی ہو اور آپؐ نے نہ اٹھائی ہو۔

یہ نہیں تھا کہ کہیں زرنگار خیمہ علیحدہ لگا دیا گیا ہو اور قالین بچھا دیے گئے ہوں اور وہاں حضور ﷺ آرام فرما رہے ہوں اور صحابہ کرام ؓ ہی خندق کھودنے کے لیے کدالیں چلا رہے ہوں۔ بلکہ معاملہ یہ تھا کہ خندق کھودنے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ کدالیں چلاتے ہوئے صحابہ کرام ؓ بیک آواز کہتے: اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ اور نبی اکرم ﷺ ان کے ساتھ آواز میں آواز ملا کر فرماتے: فَاغْفِرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃَ۔ سردی اور بھوک کی تکالیف اٹھانے میں بھی آپؐ برابر کے شریک تھے...... بھوک اور نقاہت سے کہیں کمر دہری نہ ہو جائے' اس خیال سے صحابہ کرام ؓ نے اپنے پیٹوں پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ ایک صحابیؓ نے حضور ﷺ کو اپنے پیٹ پر بندھا ہوا پتھر دکھایا تو سرورِ عالمؐ محبوب رب العالمین' خاتم النبیین والمرسلین نے اپنا کرتہ اٹھایا تو صحابیؓ نے دیکھا کہ آپؐ کے شکم مبارک پر دو پتھر بندھے ہیں۔

محاصرے کے دوران آپؐ ہر وقت خندق میں موجود رہے اور جس طرح صحابہ کرام ؓ تکان سے چور ہو کر پتھر کا تکیہ بنا کر تھوڑی دیر کے لیے آرام کی خاطر لیٹ جاتے تھے' اسی طرح حضور ﷺ بھی وہیں کھلی زمین پر کچھ دیر کے لئے پتھر پر سر رکھ کر آرام فرما لیا کرتے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ آپؐ نے استراحت کے لیے اپنے واسطے کوئی خصوصی اہتمام فرمایا ہو۔ بنی قریظہ کی غداری کے بعد جس خطرے میں سب مسلمانوں کے اہل وعیال مبتلا تھے' اُسی سے آپؐ کے اہل خانہ دوچار تھے۔ اپنے لیے یا اپنے اہل وعیال کے لیے آپؐ نے حفاظت کا کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا تھا۔ یہ ہے اصل صورت واقعہ اور صورتِ حال جس کے تناظر میں فرمایا گیا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ......﴾ (الاحزاب: 21) ''تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

اسوۂ رسول ﷺ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

مُشتے نمونہ از خروارے

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ

سعودی عرب اسرائیل تعلقات اور......

احیائی تحریکات کی عمر اور تنظیم اسلامی

خواہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے

کی محمدؐ سے وفا تو نے......

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1055

اللہ کی تدبیر کامیاب ہوئی

سورۃ النمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 50 تا 53

وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾

آیت ۵۰: ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾﴾ ”اور انہوں نے ایک چال چلی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی اور انہیں پتا بھی نہ چلا۔“

آیت ۵۱: ﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾﴾ ”تو دیکھ لو کیا انجام ہوا ان کی چال کا‘ ہم نے انہیں اور ان کی پوری قوم کو ہلاک کر ڈالا۔“

یعنی اس قوم پر عذابِ الٰہی ٹوٹ پڑا اور ان نو سرداروں سمیت تمام منکرین ہلاک ہو گئے۔

آیت ۵۲: ﴿فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۗ﴾ ”تو یہ اُن کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں‘ اس ظلم کے سبب جو انہوں نے کیا۔“

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾﴾ ”یقیناً اس میں نشانی ہے اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔“

آیت ۵۳: ﴿وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾﴾ ”اور ہم نے نجات دی اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور جنہوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی تھی۔“

درس حدیث

دوسروں کو نقصان پہنچانا

عَنْ أَبِي صِرْمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ((مَنْ ضَارَّ مُسْلِمًا ضَارَّهُ اللهُ، وَمَنْ شَاقَّ مُسْلِمًا شَقَّ اللهُ عَلَيْهِ))

(رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص نے کسی مسلمان کو نقصان پہنچایا، اللہ اسے نقصان پہنچائے گا اور جس شخص نے کسی مسلمان کو مشقت میں ڈالا، اللہ اسے مشقت میں مبتلا کرے گا۔“

تشریح: مسلمان بھائی کو کسی بھی طرح تکلیف دینا جائز نہیں ہے۔ اسی حدیث میں مسلمان کو اذیت دینے، اسے نقصان پہنچانے اور اسے مشقت میں مبتلا کرنے کی حرمت کا ذکر ہے۔ یہ اذیت و نقصان چاہے اس کے بدن یا اہل خانہ سے متعلق ہو یا اس کے مال یا اولاد سے متعلق ہو۔ اور یہ کہ جس شخص نے مسلمان کو ضرر اور مشقت پہنچایا، اسے اللہ اس کے عمل ہی کے جنس سے بدلہ دے گا، چاہے یہ ضرر اسے کسی سودمند شے سے محروم کر کے دیا جائے یا پھر کسی بھی طریقے سے نقصان پہنچا کر ہو۔ معاملات میں تدلیس اور دھوکہ دہی سے کام لینا، عیوب کو چھپانا اور اپنے بھائی کی منگنی کے اوپر منگنی کرنا اسی ضرر رسانی کی صورتوں میں سے ہیں۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

23 تا 29 ربیع الاوّل 1445ھ جلد 32
10 تا 16 اکتوبر 2023ء شمارہ 39

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُشتے نمونہ از خروارے

پاکستان، بھارت سے ایک دن پہلے آزاد ہوا تھا۔ آج بھارت کی معاشی ترقی اور دنیا میں جو اعلیٰ مقام اُس نے حاصل کرلیا ہے وہ قابلِ ستائش ہے، وہ نہ صرف G-20 کا حصہ بن چکا ہے بلکہ اُسے یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ وہاں G-20 کا اجلاس منعقد ہوا ہے۔ عالمی رہنما وہاں اکٹھے ہوئے ہیں اور عالمی مسائل پر مباحث ہوئے ہیں۔ پھر یہ کہ بنگلہ دیش جو ہمارے جسد کا حصہ تھا آزادی کے چوبیس (24) سال بعد الگ ہوگیا۔ گویا وہ پاکستان سے چوبیس (24) سال چھوٹا ہے لیکن وہ معاشی لحاظ سے ہم سے کہیں آگے ہے۔ پاکستان کی ٹیکسٹائل کی انڈسٹری بنگلہ دیش منتقل ہورہی ہے اگرچہ ہمارے ہاں اس وقت سیاسی عدم استحکام ریڈ لائن کراس کر رہا ہے اور گورننس بھی بدترین سطح پر ہے۔ لیکن ہم فی الحال برصغیر کے ان دو ممالک سے معاشی تقابل پر ہی بات کر رہے ہیں۔ ہر پاکستانی شاید بلا استثناء اس کی وجہ اشرافیہ اور ایوانِ اقتدار میں طواف کرنے والوں کی بدعنوانیاں، اقربا پروری، نااہلی، نالائقی، غیر سنجیدگی اور غفلت سمجھتا ہے اگرچہ یہ سب کچھ یقیناً درست ہے اور ہم بھی ایسا ہی سمجھتے ہیں لیکن پاکستان کے آگے نہ بڑھنے کی ایک انتہائی اہم وجہ لوگ ignore کر دیتے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ کا اگر آپ باریک بینی سے جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دوستی کے روپ میں ایک دشمن پاکستان کی وقتاً فوقتاً جڑیں کاٹتا رہتا ہے۔ اگرچہ سفارتی زبان اجازت نہیں دیتی لیکن ملک کے مفاد کے سامنے یہ سب ہیچ ہے۔ حقیقت میں ایک ناگ جو ظاہری طور پر تو سفید ہے لیکن کالے ناگ سے زیادہ زہریلا اور خطرناک ہے۔ وہ ہر اُس وقت پر پاکستان کو ڈس لیتا ہے جب پاکستان کا رخ کسی قدر بلندی کی طرف ہوتا ہے اور وہ دشمن ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ۔ اگرچہ کہنے والے کہیں گے اور بالکل درست کہیں گے کہ امریکہ بھی تو یہ سب کچھ پاکستانیوں کے ذریعے کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہمیں اپنے اصل دشمن کی پہچان ہوگی اور یہ سوچ پروان چڑھے گی کہ ہمارے قتل اور بربادی کا ماسٹر مائنڈ کون ہے؟ پھر یہ کہ وہ جونکیں جو قوم کا خون چوس رہی ہیں، اُن کا سہولت کار بلکہ اصل سرپرست اور سفید سامراج کے ٹولے کا سرغنہ امریکہ ہے تو آج نہ سہی کل کلاں تو ردعمل سامنے آئے گا اور پاکستان کے عوام اپنی بغل میں بیٹھے ان سنپولیوں کا سر کچل سکیں گے یا کم از کم اُنہیں دبوچ کر غیر مؤثر کر سکیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے فوری بعد امریکہ نے پاکستان پر کڑی نگاہ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی تین بڑی وجوہات تھیں: (1) ایک اسلامی نظریاتی ریاست وجود میں آئی اور برصغیر کا مسلمان اپنے مذہب کے حوالے سے بڑا جذباتی ہے۔ (2) یہ وہ قوم ہے جس نے اقلیت میں ہونے کے باوجود برصغیر میں اکثریت پر صدیوں حکومت کی ہے۔ یہ قوم عسکری ذہنیت رکھتی ہے۔ عسکریت اس کے خون میں رچی بسی ہے اور لڑنے مرنے پر تیار نظر آتی ہے۔ لہٰذا نوزائیدہ ریاست پاکستان کی بڑی مضبوط فوج ہوگی۔ (3) پاکستان کا جغرافیہ اس طرح کا ہے کہ علاقے میں ہی نہیں اسے عالمی سطح پر بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکے گا اور یہ بڑی اہمیت کا حامل ہوگا۔

پاکستان کا وجود میں آنا، امریکہ کا عالمی قوت بننا اور اسرائیل کا قیام، کیلنڈر میں زیادہ فاصلہ پر نہیں۔ تاریخ میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ برطانیہ کو پیچھے چھوڑ کر امریکہ کے عالمی قوت بننے میں صہیونی قوت کا بڑا زبردست عمل دخل تھا۔ لہٰذا امریکی یہودیوں کے احسان مند بھی تھے۔ عیار یہودیوں نے لندن سے عالمی قوت کا مرکز واشنگٹن میں منتقل کرنے سے پہلے نیویارک کو مرکز بنا کر امریکہ میں اپنے قدم بڑی مضبوطی سے جما لیے تھے اور

ہر گزرتے ہوئے دن کے ساتھ اُن کا یہ قبضہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ سرمایہ اور میڈیا یہ دو ہتھیار خوب ہوشیاری سے اور زوردار انداز میں استعمال ہوئے بات کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ کوئی امریکی اُس وقت تک صدارتی امیدوار بھی نہیں بن سکتا، چاہے اُس کا تعلق ڈیموکریٹ سے ہو یا ری پبلکن پارٹی سے ہو۔ (ظاہر ہے اصل مقابلہ ان دونوں جماعتوں کے اعلان کردہ امیدواران کے درمیان ہوتا ہے۔) جو بھی جیتے گا درحقیقت اسرائیل ہی جیتے گا۔ ان دونوں کا مقابلہ صہیونی لابی کی پہلی ترجیح حاصل کرنا ہوتی ہے۔ آغاز میں امریکہ اور اسرائیل نے چاہا کہ پاکستان اُن کی سرپرستی حاصل کرلے۔ لیکن قائداعظم کا مؤقف تھا کہ

"Israel is an illegitimate child of the West."

امریکہ اور اسرائیل نے قائد کے اس مؤقف کے باوجود پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو امریکہ کے دورہ کی دعوت دی۔ وہاں اسی نقطۂ نظر سے اُن کا شاندار استقبال کیا گیا۔ پھر یہودیوں نے اُن کے اعزاز میں ایک زبردست عشائیہ کا بندوبست کیا اور پاکستان کو کھلی آفرز دی گئیں۔ جن کا مطلب یہ نکالا جا سکتا تھا کہ اگر پاکستان اسرائیل سے بھرپور تعاون کرے تو ہم پاکستان میں دودھ اور شہد کی نہریں بہادیں گے۔ ہر طرح کا لالچ دیا گیا لیکن قائدِ ملت لیاقت علی خان کا جواب تھا: "Gentlemen! our souls are not for sale" اس جواب کے بعد یہودی تو ناامید ہو گئے اور دوسری سٹریٹیجی اختیار کی گئی یعنی امریکہ دوست کا روپ دھارے گا اور پاکستان کے ہاتھ پاؤں باندھے گا۔ کیونکہ مذکورہ بالا صفات کے حامل ملک کو بے لگام نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ پھر امریکہ جو دوستی کے نام پر ایک دھبہ ہے، نے پاکستان سے کیا کچھ نہیں کیا۔ اس پر بڑی آسانی سے ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے جو ظاہر ہے یہاں مطلوب نہیں۔ البتہ بعض باتیں انتہائی مختصر انداز میں قارئین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ امریکہ پاکستان سے دوستی کا بہروپ بھر کر کیا کرتا رہا ہے اور اُس کی نیت کی خرابی کس حد تک تھی۔ قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ میں اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ وہ ہالینڈ میں پاکستان کے سفیر تھے۔ وہاں مشرقی یورپ کے ایک سفیر سے اُن کے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ ایک دن باتوں باتوں میں اُس نے کہا کہ امریکہ اور سوویت یونین میں سرد جنگ جاری ہے اور وہ ایک دوسرے کے بدترین دشمن بن چکے ہیں۔ لیکن بعض معاملات میں وہ ایک دوسرے سے تعاون بھی کرتے ہیں مثلاً پاکستان۔ پھر اس نے بتایا کہ دونوں ممالک سمجھتے ہیں کہ پاکستان کی فوج بہت مضبوط اور پروفیشنل ہے۔ دونوں اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ پاکستان کی فوج کو کمزور کرنے کی ضرورت ہے۔ دونوں ممالک میں اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ فوج کو کمزور کرنے کے لیے پاکستان میں بار بار مارشل لاء لگوایا جائے۔ یادرہے ابھی پاکستان میں صرف ایوب خان کا مارشل لاء ہی لگا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ ایوب خان کا برسرِ اقتدار آنا تو یقیناً غلط تھا لیکن اُس کے دور میں پاکستان میں صنعتی انقلاب آیا اور پاکستان کی معاشی حالت بہت بہتر ہو گئی۔ تب اچانک ایوب خان کے خلاف عوامی تحریک اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ایسی تخریبی کارروائیاں ہوئیں کہ ساری ترقی ملیامیٹ ہو گئی بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ اس عوامی تحریک کو امریکہ کی آشیرباد حاصل تھی۔ 1971ء کی جنگ میں جب پاکستان دولخت ہوا تب یہ تو واضح تھا کہ سوویت یونین اس حوالے سے بھارت کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ خبریں بھی آ رہی تھیں کہ امریکہ کا چھٹا بحری بیڑہ پاکستان کو تحفظ دینے آ رہا ہے۔ اُس بیڑہ نے نہ آنا تھا نہ آیا، خدا جانے راستے ہی میں کہیں غرق ہو گیا۔ اب خود ڈی کلاسیفائیڈ امریکی کاغذات نے واضح کر دیا ہے کہ پاکستان کو دولخت کرنے میں امریکہ بھی بھارت کا بھرپور ساتھ دے رہا تھا۔

1962ء میں جب ہند چین چھڑپیں جاری تھیں۔ بھارت نے اپنی ساری فوجیں کشمیر سے نکال لیں۔ پاکستان کو چین کہتا رہا کہ آپ کے پاس موقع ہے کشمیر پر واک اوور مل جائے گا۔ لیکن امریکہ نے بھارت کے اشارے پر پاکستان کو یقین دلا دیا کہ ہند چین جنگ کے بعد وہ بھارت سے مذاکرات کے ذریعے کشمیر کا تصفیہ کروا دے گا۔ دراصل امریکہ اور بھارت دونوں پاکستان کو دھوکہ دے رہے تھے پاکستان سے یہ سنہری موقع چھن گیا۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران امریکہ نے اعلان کر دیا کہ وہ دونوں ممالک کو اسلحہ نہیں دے گا۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ بھارت تو امریکہ سے کم از کم اعلانیہ طور پر تو اسلحہ لیتا ہی نہیں تھا، اُس پر اس پابندی کا کیا اثر پڑنا تھا۔ یہ دراصل دورانِ جنگ پاکستان کو مفلوج کرنا مقصود تھا۔ کارگل کی جنگ میں پاکستان بھارت کو ناکوں چنے چبوانے کی پوزیشن میں آ گیا تھا۔ لیکن پھر امریکہ نے سیٹلائیٹ کے ذریعے پاکستانی فوجیوں اور مجاہدوں کی اصل پوزیشننگ واضح کر دی، جس سے بھارت نے اپنی دورمار توپوں سے اُن چوکیوں کو اُڑا دیا۔ البتہ یہ ہمارے منصوبہ سازوں کی حماقت کی انتہا تھی کہ وہ امریکہ اور بھارت کے اصل تعلقات کو نہ سمجھ سکے اور نہ اُس کے مطابق اُنہوں نے منصوبہ بندی کی۔ لہٰذا ہمیں شکست ہوئی اور بہت سے لوگ شہید ہو گئے۔

یہی مار دھاڑ امریکہ پاکستان کی معاشی ترقی کے حوالے سے کرتا رہا۔ جب دیکھا کہ کوئی حکومت خاص طور پر سیاسی حکومت اپنے پاؤں مضبوط کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے تب ہی کسی نہ کسی طریقہ سے نیچے سے سیڑھی کھینچ لی۔ اگرچہ مومن تو ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ ہم اللہ جانے مسلمان بھی ہیں یا نہیں کہ ہم بار بار ڈسے جانے کے بعد اور زیادہ اندھے پن سے اُسی سوراخ میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔ کاش! ہم یہ سمجھ سکیں کہ ایک ایٹمی مسلمان ریاست سے امریکہ کے مائی باپ اسرائیل کو خطرہ محسوس ہوتا ہے اور وہ یہ احتیاط بھی برتنا چاہتا ہے کہ ایسا نظریاتی بنیادوں پر قائم ایٹمی ملک مقروض و مفلوج ہی رہے یہی اسرائیل کے تحفظ کا بھی تقاضا ہے۔ امریکہ کی دشمنی کے حوالے سے یہ چند مثالیں مُشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ بہر حال بات پھر وہیں آتی ہے کہ ہم اپنے دشمن خود ہیں اگر ہم اپنے دوست نہیں تو کوئی دوسرا ہمارا دوست کیوں ہو؟ ایک بار پھر کچھ نادان سیاست دان اقتدار کی ہوس میں امریکہ کے چرنوں میں سجدہ ریز ہو گئے۔ درحقیقت ہم نے اپنی ذات کو ملک وقوم پر مکمل ترجیح دی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ افراد ترقی کر رہے ہیں اور قوم ڈوب رہی ہے بلکہ ڈوب چکی ہے۔ ❁❁

قرآن اور صاحب قرآن ﷺ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 29 ستمبر 2023ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

آج 12 ربیع الاول کا دن ہے اور ہر جگہ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے حوالے سے محافل کا اہتمام ہوتا ہے۔ جہاں تک اللہ کے پیغمبر ﷺ کے ذکر کا معاملہ ہے تو یہ ایک دن یا کچھ گھڑیوں، مہینے یا خاص کسی موقع کا معاملہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝٤﴾ (الم نشرح)

''اور ہم نے آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔''

البتہ اس نسبت سے محافل کا انعقاد اور وہاں آپ ﷺ کی ثناء بیان کی جاتی ہے اور نعت رسول مقبول ﷺ کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ کچھ ایسے اعمال بھی ہوتے ہیں جن سے کسی بھی مکتب فکر کے علماء کو اتفاق نہیں ہے۔ مثال کے طور پر چوری کی بجلی استعمال کر کے چراغاں کرنا یا اس قدر زوردار انداز سے سپیکرز کا استعمال کرنا کہ لوگوں کی نیند خراب ہو اور لوگوں کی عبادات میں خلل واقع ہو جائے۔ یا حرام مال کو استعمال کر کے لوگوں کو کھانا کھلانا اور سمجھنا کہ بڑا نیکی اور خیر کا کام ہو رہا ہے۔ یا اس انداز سے رسول اللہ ﷺ کی شان بیان کرنا نعت کے اشعار میں کہ جو بازاری قسم کے الفاظ ہوں اس کو محبت کی بازاری قسم کی حرکتیں اور داستانیں اور الفاظ اس میں استعمال کیے جائیں۔ یہ تو عین بے ادبی کا پہلو ہے۔ ان باتوں پر کسی بھی صاحب علم اور مکتب فکر کو اتفاق نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ کی سیرت کا بیان بھی ہونا چاہیے۔ اگر ان مجالس میں یہ بات پیش نظر ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت میں اضافہ ہو، آپ ﷺ کے احسانات کا ہم پر ادراک ہو اور پھر آپ ﷺ کی اطاعت کی جائے اور آپ ﷺ کی اتباع بھی کی جائے اور آپ ﷺ کے مشن کو اختیار کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسی مجلس خواہ وہ ربیع الاوّل کے مہینے میں منعقد کی جائے یا ربیع الثانی میں منعقد کی جائے یا سال کے کسی موقع پر منعقد کی جائے وہ مبارک ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس بدعات، فضولیات، خرافات اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے برخلاف کوئی اعمال اختیار کیے جائیں تو یہ اللہ کے غضب اور رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی مول لینے والی بات ہوگی۔ اللہ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بڑا اچھا نکتہ بیان فرمایا کہ جب ہم نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرنا چاہیں تو بڑے ادب کو ملحوظ خاطر رکھیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی کسی انجینئر کی مہارت پر کلام کرنا چاہے

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

تو کم سے کم وہ بندہ ہو جو خود انجینئر ہو۔ ایک ڈاکٹر سے کہیں کہ وہ انجینئر کی مہارت پر کلام کرے تو غلط بات ہے۔ اسی طرح ایک ڈاکٹر کی مہارت پر کلام کرنے کے لیے کم سے کم ڈاکٹر تو ہو۔ اسی طرح کسی نبی کے مقام پر کم سے کم کون کلام کرے نبی تو ہو اور امام الانبیاء ﷺ کی بات آ جائے تو اب بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔ کیونکہ ہم بات کریں گے بے ادبی اور کم علمی کا بھی امکان ہے اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا آخری رسول بنا کر بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ہی اس ذات کی شان کا ذکر اپنے کلام میں کیا ہے۔ اب اگر ہم اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق اپنے پیغمبر کی شان بیان کریں گے تو اللہ کے بیان کے تابع رہ کر تو اسی میں خیر ہوگی۔ چنانچہ اسی نسبت سے ہم چند آیات قرآنی کا مطالعہ کریں گے۔

سیرت النبی ﷺ کی سب سے پہلی جامع ترین، مستند ترین کتاب خود قرآن حکیم ہے۔ اسی لیے حضرت عائشہ ؓ سے جب پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کیا ہیں؟ تو آپؓ نے فرمایا: **کان خلقه القرآن!** یعنی اللہ کے رسول ﷺ کے اخلاق تو قرآن ہیں۔ قرآن مجسم دیکھنا ہو، قرآن چلتا پھرتا دیکھنا ہو، قرآن عمل میں دیکھنا ہو، قرآن ایکشن میں دیکھنا ہو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات میں دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل کرے اور ہمارے دلوں میں اپنے نبی ﷺ کی محبت ڈالے۔ اور آپ ﷺ کی اطاعت اور آپ ﷺ کی اتباع اور آپ ﷺ کے مشن میں شامل ہو کر ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ (الاحزاب:6)

''یقیناً نبیؐ کا حق مؤمنوں پر خود اُن کی جانوں سے بھی زیادہ ہے۔''

ایک بڑی دلچسپ تعبیر یہ بھی کی گئی کہ ہم پر ہم سے بڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ کا اختیار ہے وہ ہم سے جو تقاضا کریں اس پر عمل کیا جائے۔ بہرحال جب تک ہمیں اپنی جان سے بڑھ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت نہ ہو ہمارا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ حب رسول ﷺ کو جانچنے کے لیے ایک ترازو ہمارے سامنے رکھتا ہے۔

سورۃ التوبہ میں فرمایا:

''(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں (اور بیویوں کے لیے شوہر)، تمہارے رشتہ دار اور وہ مال جو تم نے بہت محنت سے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس کے

مندے کا تمہیں خطرہ رہتا ہے اور وہ مکانات جو تمہیں بہت پسند ہیں ۔ (اگر یہ سب چیزیں) تمہیں محبوب تر ہیں اللہ اُس کے رسول (ﷺ) اور اُس کے راستے میں جہاد سے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے ۔ اور اللہ ایسے فاسقوں کو راہ یاب نہیں کرتا ۔'' (آیت:24)

ایک ترازو ہم لگائیں ۔ اس کے دو پلڑے ہوں ۔ ایک پلڑے میں 8 محبتیں ہوں اور دوسرے میں یہ 3 محبتیں ہوں ۔ اللہ ، رسول اللہ ﷺ اور اللہ کی راہ میں جہاد ۔ دیکھ لیں اگر پہلا پلڑا بھاری ہے جس میں مال ، رشتوں ، کاروبار ، دنیا کی محبت وغیرہ سب شامل ہیں تو پھر ایسے فاسقوں کو ہدایت نہیں ملتی ۔ اگر دوسرا پلڑا بھاری ہے تو پھر نور علی نور ہے وہی مطلوب ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی محبت قلب کا معاملہ ہے ۔ ماتھے پہ لکھا نہیں ہوگا کہ یہ اللہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے ۔ اسی طرح جہاد ایک مستقل عمل ہے ۔ اللہ کی بندگی کے لیے جہاد ہے ، گناہوں سے بچنے کے لیے جہاد ہے ۔ اللہ کے دین کی دعوت دینے کے لیے جہاد ہے ، اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے جہاد ہے یہ جہاد کا عمل ایک مستقل پراسس ہے اور یہ 24 گھنٹے کا عمل ہے ۔ یہ جہاد کا عمل بتائے گا کہ اللہ سے محبت ہے کہ نہیں ہے اللہ سے محبت ہوگی تو اللہ کی مرضی پر عمل اور اللہ کی مرضی کو جاری رکھنے اور قائم کرنے کی جدوجہد ہوگی ۔ اللہ سے محبت ہوگی تو بندہ گناہوں اور نافرمانی سے بچے گا اور اللہ کی نافرمانی کو مٹانے کے لیے جدوجہد کرے گا ۔ اللہ کے رسول ﷺ سے محبت ہوگی تو جہاد کا عمل بتائے گا ۔ بندہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے اور آپ ﷺ کے مشن کو تھامنے کی محنت کرے گا ۔ رسول اللہ ﷺ کے دین کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے گا ، نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دے گا ۔ یہ جہاد کا عمل بتائے گا ماتھے پہ لکھا ہوا نہیں ہوگا یا گلے میں لٹکا ہوا میڈل یا سرٹیفکیٹ نہیں ہوگا ۔ محبت ثبوت مانگتی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ ہے تو جہاد کا عمل کرنا ہوگا ۔ آج امت بھولی ہوئی ہے ۔ آج ہمیں شارٹ کٹ چاہیے کہ کسی طرح آن لائن جنت مل جائے ۔ چار بھوکوں کو کھانا کھلا دو چاہے مال حرام ہی کیوں نہ ہو حالانکہ حرام جہنم میں لے جانے والا ہے جنت میں لے جانے والا نہیں ہے ۔ اللہ کی جنت سستی نہیں ہے ۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ

سورۃ الاحزاب میں ہی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾﴾ ''(اے مسلمانو!) تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ ہے (یہ اُسوہ ہے) ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ سے ملاقات اور آخرت کی امید رکھتا ہو اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہو۔''

اللہ کو منہ دکھانا ہے اس کا یقین ہے کہ نہیں؟ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اس کا یقین ہے کہ نہیں؟ آخرت اصل منزل ہے اس کا یقین ہے کہ نہیں؟ یہ یقین ہوگا تو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے فائدہ ہوگا ۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر ڈاکٹر مائیکل ایچ ہارٹ نے بھی The Hundred کے نام سے کتاب لکھ دی ۔ اور اپنے تئیں کہتا ہے کہ میں محمد (رسول اللہ ﷺ) کو نمبر ایک پر لایا ۔ اس نے رسول اللہ نہیں کہا بلکہ پرسن کہا ۔ مگر فائدہ کیا ہوا؟ کتاب چھپ گئی غیر مسلم کیا مسلمان بھی کوٹ کر رہے ہیں ۔ لیکن اصل فائدہ تب ہوگا اگر وہ ایمان لاتا محمد رسول اللہ ﷺ پر ۔ اسی طرح اگر ہم ایمان والے محض رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کریں اور آپ ﷺ کی زندگی کو اختیار کرنے کی حتی الامکان کوشش نہ کریں ، ان کے اسوہ کو اپنانے کی کوشش نہ کریں تو معاف کیجیے گا تعریفیں ہم کرلیں گے مجالس ، پروگرامز ، کانفرنسز اور کچھ خیر کے ظاہری اعمال بھی ہم کرلیں گے ، لیکن اسوہ سے فائدہ نہیں ملے گا ۔ تو اللہ کے سامنے حاضری کا یقین اور آخرت اصل منزل ہے اس کا یقین یہ بنیادی شرط ہے اگر یہ یقین پختہ ہوگا تو رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے فائدہ ملے گا ۔ سورۃ الاحزاب کا یہ مقام عموم اور خصوص دونوں اعتبار سے اہم ہے ۔ عموم کے اعتبار سے یہ کہ زندگی کے تمام معاملات اور گوشوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوہ بہترین ہے ۔ آج یہی یقین

پریس ریلیز 16 اکتوبر 2023ء

افغان پناہ گزینوں کا مسئلہ اسلامی اُخوت کے اصول کو بنیاد بنا کر حل کیا جائے

شجاع الدین شیخ

افغان پناہ گزینوں کا مسئلہ اسلامی اخوت کے اصول کو بنیاد بنا کر حل کیا جائے ۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی ۔ اُنہوں نے کہا کہ قریباً 40 سال قبل جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو پاکستان نے اسلامی اخوت اور بھائی چارہ کے اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں پناہ گزینوں کو مملکتِ خداداد میں جگہ دی ۔ طویل عرصہ سے پاکستان میں بسنے والے ان افغان پناہ گزینوں کی آج تیسری نسل پاکستان میں موجود ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک بڑی تعداد میں افغان پاکستان میں غیر قانونی طور پر داخل ہوئے اور اگرچہ غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہو جانا اور ٹھہرنا ہماری انتظامی مشینری کی بڑی ناکامی ہے ۔ اب اصولی طور پر ہمیں ناپسندیدہ عناصر کی چھان پھٹک کرکے اُنہیں الگ کرنا چاہیے اور باقی سب کی رجسٹریشن کا سلسلہ شروع کیا جانا چاہیے ۔ اُنہوں نے کہا کہ یکطرفہ طور پر یہ فیصلہ نہیں کرلینا چاہیے کہ افغان فوری طور پر اور اتنے قلیل وقت میں ملک سے نکل جائیں بلکہ ہمیں افغانستان سے مذاکرات کرکے اور افغان حکومت کو اعتماد میں لے کر افہام و تفہیم سے یہ فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ ایک طرف ہمارے خدشات ختم ہو جائیں اور دوسری طرف افغانستان بھی اُنہیں سنبھالنے کا مناسب بندوبست کرسکے ۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم یورپ پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ مسلمان پناہ گزینوں کو قبول نہیں کرتا اگر پاکستان بیک جنبشِ قلم افغانیوں کو نکال باہر کرتا ہے تو یہ امتِ مسلمہ کے تصور پر کاری ضرب لگانے کے مترادف ہوگا جو دشمنانِ اسلام کے لیے باعث مسرت ہوگا ۔ ہمیں یہ کام ایسے طریقہ سے کرنا ہوگا کہ پاکستان کے مفادات کا بھی تحفظ ہو جائے اور افغان بھی مصیبت میں مبتلا نہ ہوں اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو ایک مضبوط قوت بنائے ۔ آمین! آخر میں ہم پھر حکومت سے درخواست کریں گے کہ اسلامی اخوت اور عدل کو بنیاد بنائیں اور ایسا طریقہ اختیار نہ کریں جس سے افغانستان سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہو جائیں اور اسلام دشمن قوتیں فائدہ اُٹھا سکیں ۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت ، تنظیم اسلامی ، پاکستان)

امت کو نہیں ۔ ہم طور طریقے دوسروں سے لیتے ہیں ۔ پاکستان کی معیشت سنبھل نہیں رہی حالانکہ ہمارے پاس بڑے بڑے معاشی ماہرین، پی ایچ ڈیز اور ادارے موجود ہیں۔ کروڑوں کا بجٹ وہاں پر لگ رہا ہے مگر معیشت سنبھل نہیں رہی ۔ اس کے مقابلے میں افغانستان کی کرنسی مضبوط ہو رہی ہے، ان کی معیشت ترقی کر رہی ہے۔ کیوں ورلڈ بنک اور یو اے ای والے رپورٹ دے رہے ہیں کہ ان کی معیشت بہتر ہوتی چلی جا رہی ہے؟ کچھ تو اللہ کا خوف اور اللہ کا توکل ان کے دلوں میں ہے۔ انہوں نے موجودہ مالیاتی نظام کے برعکس جانے کی کوشش کی ہے اور اللہ برکات دکھا رہا ہے۔ اللہ انہیں استقامت عطا فرمائے۔

بہرحال اللہ کے رسول ﷺ کا اسوہ زندگی کے تمام معاملات کے لیے ہے۔ اگر کوئی شوہر ہے، تاجر ہے، حکمران ہے، سپہ سالار ہے غرض ہر شخص کے لیے بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے۔

سورۃ الاحزاب کی آیت 21 کے پس منظر میں غزوۂ احزاب (خندق) کا واقعہ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے خود بھوک اور پیاس کو برداشت کیا، جہاں آپ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے، جہاں آپ ﷺ نے کدالیں چلائیں، جہاں آپ ﷺ نے مشقتیں جھیلیں خندق کو کھودنے کی۔ آج امت خوش ہے۔ عطر شریف لگا رہے ہیں سنت ہے۔ مہنگا ترین عطر استعمال ہو رہا ہے۔ عمامہ پہن رہے ہیں اچھی بات ہے۔ برینڈڈ اور ٹیگ لگا ہوا عمامہ اور ٹوپی پہنی جاتی ہے ۔ کیا سنت عمامہ، ٹوپی، عطر اور مسواک اور داڑھی میں رہ گئی؟ کوئی طائف، ہجرت، بدر، واحد، ساتھیوں کی قربانی کی سنت ہے کہ نہیں؟ کیا طائف واحد میں بہتا ہوا رسول اللہ ﷺ کا مبارک خون اور احزاب میں آپ ﷺ کی مشقت، بھوک، پیاس بھی سنتوں میں ہے کہ نہیں؟ بس میٹھی میٹھی سنتیں، کھانے پینے والی سنتیں ہی رہ گئی ہیں۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی کوئی ادا یا سنت چھوٹی نہیں ہوتی۔ یہ غلط جملہ ہے کہ فلاں سنت چھوٹی ہے۔ ہم سنت کی قدر کرتے ہیں اور حتی الامکان ہمیں عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر 23 برس کو تو دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے کس کام میں لگے ہیں پھر اس آیت کا سیاق و سباق کیا ہے۔ وہ سنت کا پورا پیکج سامنے رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

پھر یہ آیت کریمہ خصوص کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ دو اصطلاحات قرآن کریم میں لاتا ہے: اطاعت، اتباع۔ ایک فتنہ بہت پرانا ہے کہ قرآن بس ہمارے لیے کافی ہے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ یہ کھلا سنت کا انکار کرنے والے لوگ ہیں۔ سرے سے احادیث کا انکار کرنے والے لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے:

''جس نے اطاعت کی رسول کی اُس نے اطاعت کی اللہ کی۔'' (النساء:80)

مثلاً اللہ کا حکم ہے نماز قائم کرو: اقیموا الصلوٰۃ بار بار آتا ہے۔ لیکن قرآن پاک تو نماز کا طریقہ نہیں بتاتا بلکہ رسول اللہ ﷺ بتائیں گے کہ نماز ایسے ادا کرو جیسے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اللہ کا حکم بھی لازم اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم بھی لازم۔ اسی کو اللہ ایک دوسرے انداز میں بیان فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر:7)

''اور جو کچھ رسول تم لوگوں کو دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔''

بہرحال رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنا لازم ہے۔ ان میں چوائس نہیں ہے۔ سادہ سی مثال ہے کہ ایک بچہ کا سو نمبر کا پیپر ہے اس میں سے چالیس نمبر حاصل کرے گا تو پاس ہوگا۔ اگر چالیس نہیں حاصل کر سکا تو فیل ہوگا۔ اسی طرح دین کے احکام جن کی تعلیمات رسول اللہ ﷺ نے دی ہے ان پر عمل کرنا لازم ہے ورنہ نجات نہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم احکام کے بارے میں بھی سوال کر رہے ہوتے ہیں کہ مفتی صاحب یہ فرض تو نہیں ہے نا؟ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم آ گیا جیسے سورۃ الاحزاب میں فرمایا:

''اور کسی مؤمن مرد اور مؤمن عورت کے لیے روا نہیں کہ جب اللہ اور اُس کا رسول (ﷺ) کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو (پھر بھی انہیں یہ خیال ہو کہ) ان کے لیے اپنے اس معاملے میں کوئی اختیار باقی ہے۔'' (آیت:36)

اللہ اور رسول ﷺ کوئی حکم دے دیں تو اب ایمان والے کے پاس کوئی چوائس ہے ہی نہیں۔ اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ لیکن اطاعت سے آگے بڑھ کر ایک اور میدان ہے جس کے لیے قرآن اتباع کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ اور یہ پوری زندگی پر محیط ہے۔ اتباع کا میدان محبت سے متعلق بھی ہے۔ اطاعت تو کرنی ہی کرنی ہے، دل آمادہ ہو نہ ہو۔ فجر میں نیند آ رہی ہے تو اٹھنا تو پڑے گا۔ بستر چھوڑنا پڑے گا۔ آج امت بستر چھوڑ کر نماز کے لیے آنے کو تیار نہیں ایسا ایمان ہے امت کا۔ عشاء کی پانچ صفیں اور فجر کی ایک رہ جاتی ہے۔ کیسا ہمارا ایمان ہے کہ جو بستر سے مصلے پر کھڑا نہیں کر رہا اور ہم چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی شفاعت بھی ملے اور حضور ﷺ کا دیدار بھی ملے اور جام کوثر بھی ملے اور جنت بھی ملے۔ اپنے ایمان کو ٹٹولیں تو سہی۔

بہرحال رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا، آپ ﷺ کے نقش پا کی پیروی کی کوشش کرنا خواہ اس کا حکم نہ ہو یہ اتباع ہے۔ ہم میں اور صحابہ میں کیا فرق ہے۔ کسی نے بڑی پیاری بات کی کہ صحابہ کرام ؓ حضور ﷺ کی ایک ایک ادا کو سنت سمجھ کر اختیار کرتے تھے۔ آج امت نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا کو سنت کہہ کر چھوڑ دیتی ہے کہ فرض تو نہیں ہے نا۔ آج سنت جائے گی کل فرض بھی جائے گا۔ پھر پرسوں ایمان بھی جائے گا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ اللہ اپنی محبت کے دعوے کے لیے پیغمبر ﷺ کی اتباع کا تقاضا کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''(اے نبی ﷺ!) کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔'' (آل عمران:31)

اتباع رسول ﷺ لاؤ تو اللہ کی محبت کا دعویٰ ٹھیک ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی اپنی محبت کے دعوے کے لیے سنت کی پیروی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

کیا آج ہماری ترجیحات میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات شامل ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں واقعتاً اللہ کے رسول ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ سنتیں بہت ہیں ۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری سیرت ہمارے سامنے ہے ۔ کیا اچھا ہو کہ ہم اپنے گھروں میں سیرت النبی ﷺ کی کوئی کتاب کا مطالعہ شروع کریں اور اگلے ربیع الاوّل تک وہ کتاب مکمل کر لیں اور اللہ کرے کہ جو سیکھتے جائیں اس پر عمل کر سکیں ۔ اپنے بچوں کو مطالعہ کروائیں ۔ بہت اچھے اچھے بیانات مل جائیں گے ۔ استاد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیانات کی پوری سیریز مل جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل قلب کا معاملہ ہے۔ اگر ہمارے دلوں میں نور ایمان ہوگا اور آپ ﷺ کی محبت ہوگی اور اس کے نتیجے میں سنت کی پیروی ہو تو اللہ کی قسم اٹھا کر میں کہوں کہ ہم اپنی ذات میں، اپنے معاملات میں، اپنے گھروں میں سنت کی برکتوں کو محسوس کریں گے۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

میں ایک بات بڑے دبے الفاظ میں رکھ دوں کہ اس وقت ہمارے معاشرے میں فحاشی و عریانی کا سیلاب تو ہے ہی میڈیا پر اب گستاخیوں کے معاملات آ گئے ہیں اور امت کے بچے اور بچیاں گستاخانہ طرزِ عمل میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس کا یہی حل ہے کہ :

1۔ایمان کی محنت،قرآن کے ذریعے سے۔

2۔حضور ﷺ کی محبت دلوں میں پیدا ہونا اور آپ ﷺ کی تعلیم کو سیکھ کر اس کو اپنے عمل میں لانے کی کوشش کرنا۔ اس سے کمتر پر بات نہیں سدھرے گی۔

3۔فکر آخرت کا معاملہ کل کی جوابدہی کا احساس۔

کوشش کریں یہ جذبہ لے کر یہاں سے اٹھیں۔ ہم اپنے گھر میں کوشش کرتے ہیں تحدیث نعمت کے طور پر۔ چھوٹے بچے بھی ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کی کتاب پڑھتے ہیں۔ تنظیم اسلامی میں گھریلو اسرے کا ایک پورا اہتمام ہوتا ہے کہ اپنے گھر والوں کو بٹھا کر اللہ کی کتاب، اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم، آپ ﷺ کی سیرت، اللہ کے نبی ﷺ کے دین کے تقاضے یہ بیان کیے جاتے ہیں۔ آپ بھی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں مزید توفیق عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ کی خوبصورت سنت

ہمیں چاہیے کہ آپ ﷺ کی سنت اور سیرت اپنانے کی کوشش کریں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی 23 برس کی سنت کس مقصد کے لیے دکھائی دیتی ہے؟ 23 برس کا غم کیا تھا محمد رسول اللہ ﷺ کا؟ 23 برس کی جدوجہد کیا تھی آپ ﷺ کی؟ 23 برس کی جدوجہد میں کبھی رب کہتا ہے: ﴿قُمِ الَّيْلَ﴾ (المزمل:2) ''آپ کھڑے رہا کریں رات کو۔'' تہجد کی نماز، کبھی رب فرماتا ہے: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝﴾ (المدثر) ''آپ اٹھئے اور (لوگوں کو) خبردار کیجیے۔ اور اپنے رب کو بڑا کرو!'' یہ اللہ کی مخلوق کو اللہ سے جوڑنا، راتوں کو اللہ سے مانگنا اور پوری پوری رات، ایک تہائی رات میں امت کا غم حضور ﷺ کو رلاتا تھا۔ جب آپ ﷺ راتوں کو روتے تھے تو سینہ مبارک سے ایسی آواز آتی تھی جیسے چولھے پر ہنڈیاں کھول رہی ہو۔ کبھی تو پوری پوری رات اللہ کے رسول ﷺ ایک آیت پر روتے تھے۔ سورۃ المائدۃ میں فرمایا:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝﴾ ''اب اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو زبردست ہے، حکمت والا ہے۔''

ہماری آنکھیں بھی کبھی نم ہوتی ہیں۔ یہ غم ہمیں بھی کبھی رلاتا ہے؟ ہمیں کیسے غم ہیں: آئی فون 15 پرو کا غم، فلاں مہنگی گاڑی کا غم، فلاں بنگلے کا غم، فلاں ملک میں سیٹل ہو جانے کا غم وغیرہ یہ ہمارے کیڑے مکوڑے جتنے غم ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا غم اتنا بڑا غم ہے اگر وہ غم ہمارا غم بن جائے تو یہ سارے غم کیڑے مکوڑوں سے زیادہ محسوس نہیں ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا 23 برس کا عمل کیا ہے؟

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ﴾ (یوسف:108)

''(اے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے' میں اللہ کی طرف بلا رہا ہوں' پوری بصیرت کے ساتھ' میں بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔''

بیسٹ آف دی بیسٹ کیا ہے؟ اتباع کا سب سے بڑا میدان اللہ کے رسول ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف دعوت دینا۔ آج دعوت تو سب دے رہے ہیں۔ دنیا بھر کی چیزیں سمارٹ فون سے فارورڈ کرتے ہیں نا۔ سب دعوتیں دے رہے ہیں۔ ہم تو امتی کھڑے ہی اسی کام کے لیے کیے گئے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران:110)

''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے' تم حکم کرتے ہو نیکی کا' اور تم روکتے ہو بدی سے۔''

حضور ﷺ 23 برس قم فانذر پر کھڑے رہے اور حجۃ الوداع میں امت کو کھڑا کر کے گئے: ((فلیبلغ الشاہد الغائب)) ''تم میں سے جو حاضر ہیں وہ غائب کو پہنچا دیں۔''

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

یہ اللہ کی طرف دعوت کا 23 برس کا ایک رخ ہے۔ ہر امتی نے یہ کام کرنا ہے۔ جو امتی یہ کام نہیں کر رہا ہے اپنی استعداد، اپنی صلاحیت، اپنے دائرے کار کے اعتبار سے وہ امتی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ امت کھڑی ہی اسی کام کے لیے کی گئی ہے۔ دوسرا 23 برس کا کام کیا ہے؟ یہ طائف کیوں سجا ہے؟ یہ شعب ابی طالب کی محصوری کیوں ہے؟ یہ بیت اللہ کو روتی آنکھوں سے الوداع کہنا کیوں پیش آ گیا۔ یہ بدر میں تلوار کیوں اٹھ گئی، یہ خون اطہر کیوں بہہ گیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کو ایک مشن اللہ تعالیٰ نے دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف:9)

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر''

اور یہ اللہ کے رسول ﷺ کی 23 برس کی سنت ہے، جس کے دوران نبی اکرم ﷺ نے فاقے برداشت کیے، تکالیف جھیلیں، یہ سب ہم جانتے ہیں اور مانتے ہیں لیکن کیا اس کے بعد ہمارا رخ زندگی بتا رہا ہے کہ ہمیں اس مشن سے محبت ہے۔ ہماری جان، مال، اوقات، صلاحیتیں، اولاد کیا اس بہترین کام (رسول اللہ ﷺ کے مشن) میں لگ رہے ہیں؟ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو بہترین اسوہ مانا ہے۔ اس کام کے لیے ہمارا وقت کتنا لگ رہا ہے۔ ہم اپنے اندر جھانکیں کیا ہمیں واقعی رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے؟ کیا حضور ﷺ کے مشن کو ہم نے اپنا مشن سمجھا ہے؟ کیا آج اللہ کا مغلوب دین دیکھ کر ہمیں کڑھن ہوتی ہے؟ اگر خدا کی قسم کڑھن بھی ہے تو کچھ رمق باقی ہے؟ اگر ہمیں صرف اپنی ہی فکر ہے، صرف اپنا ذاتی مفاد ہی عزیز ہے تو پھر یہ کیا زندگی ہے؟ چڑیا بھی گھونسلہ بنا کر بچے پال لیتی ہے، بلی بھی اپنے بچے پال لیتی ہے تو کون سا کمال کا کام ہے۔ معاف کیجیے گا یہ تو بڑا چھوٹا گھٹیا سا کام ہے۔ پھر کس بات پر ہم کہتے ہیں کہ ہم بہترین امت ہیں۔ ہم بہترین امت تب ہوں گے جب بہترین پیغمبر ﷺ کے بہترین مشن کو اختیار کریں گے اور اپنا تن من دھن اس میں لگانے کی کوشش کریں گے۔ یہ ہے تو حب رسول ﷺ، سنت رسول ﷺ کے تقاضے پورے ہوں گے۔ ورنہ چند اعمال انجام دے کر مطمئن ہو جائیں کہ سنت کے تقاضے پورے ہو گئے یہ بات درست نہیں ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ کرکٹ کا ورلڈ کپ شروع ہوا ہے تو ہمیں ٹکٹیں نہیں ملیں تو ہمیں غم ہے، چاچا کرکٹ کو انڈیا جانے سے منع کر دیا گیا تو کہا جا رہا ہے کہ ہماری بڑی بے عزتی ہو گئی ہے۔ کیا آج یہ امت کا درد ہے؟ جس امت نے اللہ کے رسول ﷺ کا کلمہ بلند کرنا ہے، جس کے کام کے لیے اپنا تن من دھن لگانا ہے، جس کام کے لیے اس امت کو کھڑا کیا گیا آج وہ سوشل میڈیا، کرکٹ، بے ہنگم سیاست کی نذر ہو جائے اور پھر دعویٰ کرے کہ ہمیں محبت رسول ﷺ ہے، اور چاہت رکھے کہ ہمیں جنت ملے تو ہمیں اپنے اس طرز عمل پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یا رب العالمین!

❁❁❁

اسرائیل کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف اسلامی تعلیمات اور بانیانِ پاکستان کی پالیسی کی بنیاد پر ہے کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا اسلام، فلسطینی مسلمانوں اور نظریۂ پاکستان سے غداری ہے: رضاء الحق

اسرائیل کو تسلیم کرنا اسلام، فلسطینی مسلمانوں اور نظریۂ پاکستان سے غداری ہے: رضاء الحق

سعودی عرب اسرائیل تعلقات کا فروغ اور امت مسلمہ کا ردعمل کے موضوع پر
حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: فلسطینی مسلمانوں اور اسرائیل کے یہودیوں کے درمیان بنیادی طور پر دینی، سیاسی اور معاشرتی کیا مسائل اور اختلافات ہیں؟

رضاء الحق: ہمارے نزدیک اسرائیل کی ناجائز ریاست کو قائم کرنے کا پورا ایک تاریخی پس منظر ہے کہ یہ کن مقاصد اور عزائم کے ساتھ قائم کی گئی۔ اس کی بنیاد صہیونی یہودیوں نے رکھی۔ 1917ء میں جب بالفور ڈیکلریشن کیا گیا اس سے تقریباً بیس سال قبل 1895ء میں ورلڈ جیوش کونسل اور ورلڈ ذائنسٹ آرگنائزیشن نے سوئزرلینڈ کے شہر باسل میں ایک اجلاس منعقد کیا جس میں باقاعدہ اگلی صدی میں یہودیوں اور صہیونیوں کے اہداف کو بلیو پرنٹ کی شکل دی جسے پروٹوکولز آف دی ایلڈر آف زائن کہتے ہیں۔ اسرائیل اور فلسطینی مسلمانوں کے تنازع کو تین جہتوں میں سمجھ سکتے ہیں:

1۔ اسرائیل ایک غاصب ریاست ہے۔ عالمی قانون کی کوئی بھی ٹیکنیکل ٹرم کو سامنے رکھیں تو اسرائیل کو قائم رہنے کا جواز حاصل نہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات میں بالفور ڈیکلریشن، پہلی جنگ عظیم کروانا اور پھر خلافت عثمانیہ کا خاتمہ تاکہ مسلمانوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کروا دیا جائے۔ اس کے بعد یہودیوں کو فلسطین لا کر آباد کیا جائے اور پھر چلتے چلتے 1948ء میں وہ ناجائز ریاست قائم کر دی گئی۔ جو بڑھتے بڑھتے آج اس پوزیشن میں پہنچی ہوئی ہے۔

2۔ فلسطینیوں سے ان کی زمینیں چھین کر ان کے مقامات کو مسمار کر کے باہر سے یہودیوں کو لا کر وہاں پر بسایا گیا۔ یعنی وہاں موجود ایک قوم کو زور و زبردستی displace کیا گیا اور آبادکاروں کو آباد کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا فلسطینیوں کا اس پر حق موجود ہے۔

3۔ اسلامی تناظر میں دیکھیں تو کسی عام جگہ کے مقابلے میں فلسطین اور بالخصوص یروشلم میں مسجد اقصیٰ ہے جو مسلمانوں کا تیسرا اہم ترین مقدس مقام اور قبلہ اول ہے۔ خلافت راشدہ میں جب مسلمانوں نے یروشلم شہر کا گھیراؤ کیا ہوا تھا اور عیسائی سرنڈر نہیں کر رہے تھے۔ اور عیسائی پادریوں نے دیواروں پہ کھڑے ہو کر اعلان کیا اے مسلمانو! تم قیامت تک اس شہر کو فتح نہیں کر سکتے البتہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ اس شہر کو ایک درویش بادشاہ فتح کرے گا اور تم میں وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہا۔ چنانچہ مسلمانوں کے کمانڈر سمجھ گئے کہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے تو انہوں نے خط کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ وہ آئے اور انہوں نے پھر آپؓ کو دیکھ کر یروشلم کے دروازے کھول دیے۔ وہاں جب عیسائیوں نے شہر کی

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

چابیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیں تو ایک شرط یہ رکھی گئی کہ جس کو عمر رضی اللہ عنہ نے قبول کیا اور خلافت عثمانیہ تک وہ شرط برقرار رہی کہ یہودیوں کو وہاں پر آ کر اپنے مقدسات کی وزٹ کرنے کی تو اجازت ہوگی لیکن وہاں آباد ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔ یعنی اس چیز پر امتِ مسلمہ کا کم و بیش چودہ سو سال کا ہمارا دینی اجماع بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بڑا واضح نقشہ ملتا ہے کہ یہی ریاست اسرائیل دجال کا عالمی ہیڈکوارٹر بنے گا۔ اور یہی گریٹر اسرائیل کا نقشہ ہے جس میں مدینہ منورہ کو بھی معاذ اللہ شامل کرنا چاہتے ہیں۔

سوال: اسرائیل کے وزیر اعظم نیتن یاہو نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ ہم سعودی عرب کے ساتھ ایک پُرامن معاہدے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اگر یہ معاہدہ ہو گیا تو یہ ایک نئے مشرق وسطیٰ کو جنم دے گا۔ آپ کی نظر میں یہ معاہدہ کتنی اہمیت کا حامل ہوگا؟

ڈاکٹر انوار علی: نیتن یاہو کی تقریر میں دو تین بڑی اہم چیزیں ہیں۔ ایک تو اس نے یہ بات بانگ دہل کہی ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ امن معاہدہ آخری مراحل میں ہے اور ماضی میں قیام امن کی تمام کوششیں اس لیے کامیاب نہیں ہوئیں کیونکہ اس کی بنیاد اس غلط تصور پر تھی کہ جب تک اسرائیل فلسطینیوں کے ساتھ امن معاہدہ نہیں کرتا اس وقت تک اس کے تعلقات عرب ممالک کے ساتھ معمول پر نہیں آئیں گے۔ اس سے وہ واضح کر رہا ہے کہ اس سارے معاہدے میں فلسطینیوں کا کوئی کردار نہیں ہوگا۔ پھر اس نے مزید کہا کہ فلسطینیوں کو عرب ممالک کے ساتھ نئے امن معاہدوں کو مسترد کرنے کا اختیار دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ کچھ عرصہ پہلے محمود عباس کا بیان آیا تھا کہ فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق دیے بغیر مشرق وسطیٰ میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا کہ ان میں صرف دو فیصد فلسطینی ہیں۔ پھر اس نے بحرین، سوڈان اور مراکش کے ساتھ ابراہیمی معاہدوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ غور کرو کہ ان امن معاہدوں سے خوشحالی آ رہی ہے، اچھی تجارت ہو رہی ہے، یہ ممالک ترقی کی طرف گامزن ہیں۔ پھر اس نے نقشہ دکھا کر کہا کہ سعودی عرب، اردن اور اسرائیل پر مشتمل ایک راہداری بنے گی جو ایشیا کو یورپ سے ملا لے گی۔ گویا وہ یہ انداز اختیار کر رہا ہے کہ یہ معاہدہ ہو جانا تو ہر طرح سے ہمارے فائدے میں ہے۔ اس سے دوسرے ممالک خاص طور پر عرب ممالک میں بہتری آئے گی۔ یعنی وہ اس انداز سے ایک طرف فلسطینیوں کو مائنس کر رہا ہے اور دوسری طرف عرب ممالک کو سہانے خواب دکھا رہا ہے۔ پھر اس نے اپنی تقریر میں مذہبی حوالے سے کہا کہ اس امن معاہدے سے حضرت اسحاق اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بیٹوں کے درمیان مفاہمت کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ بہرحال وہ ایک ذہن سازی کرتے ہوئے بڑی تیزی کے ساتھ اس طرف

جارہے ہیں۔دوسری طرف سعودی ولی عہد محمد بن سلمان نے ایک انٹرویو میں کہا کہ سعودی عرب اور اسرائیل بڑی تیزی کے ساتھ (روزانہ کی بنیاد پر) ایک امن معاہدے میں قریب ہور ہے ہیں۔تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ یہ امن معاہدہ تقریباً 2024ء کے شروع میں مکمل ہوجائے گا۔ اس حوالے سے اسرائیلی وزیر خارجہ ایلی کوہن کے بیانات بھی ہمارے سامنے آگئے ہیں کہ چھ سات دوسرے مسلم ممالک بھی اس معاہدے میں شامل ہوجائیں گے اور میں ان سب سے ملاقاتیں کر چکا ہوں۔البتہ ہمارے نگران وزیر خارجہ نے اس کی تردید کی ہے کہ میری اس سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر سعودی عرب کی سیاسی اور معاشرتی سطح پر تیزی سے تبدیلی آرہی ہے تو اس بات کے امکانات ہیں کہ سعودی عرب اور اسرائیل کے درمیان کوئی نہ کوئی معاہدہ ہوجائے گا۔امریکہ کے صدر جو بائیڈن نے اس معاہدے کے حوالے سے بیان دیا کہ یہ امن معاہدہ خطے کی تاریخی سفارتی فتح ہے۔گویا یہ امن معاہدہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک نظریاتی جنگ ہے جس میں اس دن فتح ہوجائے گی اسرائیل کی اور زائنزم کی جس کی بنیاد پر پوری ریاست اسرائیل کھڑی ہے۔ یہ سفارتی فتح ان کو اس گریٹر اسرائیل کے منصوبے کی کامیابی کی طرف بہت جلدی لے جائے گی۔ یہ بات پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کو سمجھنی چاہیے۔

سوال: پاکستان کا اسرائیل کے حوالے سے شروع سے یہ موقف رہا ہے کہ ہم اسرائیل کی ناجائز ریاست کو تسلیم نہیں کریں گے۔حال ہی میں نگران وزیر خارجہ جلیل عباس جیلانی صاحب کا بیان آیا کہ ہم پاکستانی مفاد اور فلسطینی عوام کو مدنظر رکھ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے۔اب صورت حال ایسی لگ رہی ہے کہ ہماری حکومت بھی امن معاہدے کو consider کر رہی ہے۔کیا پاکستانی حکومت واقعتاً ایسا موقف اختیار کرے گی جو قائداعظم کے ویژن کے خلاف جائے؟

رضاء الحق: ہمارے وزیر خارجہ بڑے سینئر ڈپلومیٹ ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک قائداعظم کے اکثر فرمودات کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا گیا ہے۔قائداعظم کی تقاریر اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی ریاست کے طور پر قائم کیا گیا اور اس کی بنیاد پر ہی اس کو آگے بڑھایا جائے گا۔لیکن ہم نے پہلے دن سے حکومتی سطح پر اس کی مکمل نفی کی بلکہ ہم سیکولرازم کی طرف بڑھتے چلے گئے۔قائداعظم نے اسرائیل کے بارے میں واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے اور ہم عربوں (فلسطینیوں) کو سپورٹ کریں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ان کی مدد کے لیے اپنی افواج بھی بھیجیں گے۔اسی طرح پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان جب امریکہ کے دورے پر گئے تو وہاں پر عالمی جیوری (پوری دنیا کے یہودی) نے انہیں کہا کہ آپ اسرائیل کو تسلیم کرلیں ہم پاکستان کے لیے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیں گے۔لیاقت علی خان نے جواب میں کہا:

"Gentlemen!our souls are not for sale."

یعنی ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں کہ ہم مال و دولت کی خاطر اپنے آپ کو بیچ دیں۔یہ اس دور کی بات ہے جب ایک نوزائیدہ پاکستان بے شمار معاشی مسائل کا شکار تھا۔ بہرحال فلسطینیوں کے حوالے سے پاکستان کا اصولی مؤقف ہے اس کا عربوں یا پوری دنیا کے مسلمانوں کے مؤقف سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔پاکستان کے مؤقف کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق دیے جائیں یعنی ان سے چھینے ہوئے علاقے ان کو واپس کیے جائیں اور اسرائیل کے مظالم بند ہوں۔ کہنے کا مطلب ہے کہ ایسی کون سی بات ہوئی ہے جس کی وجہ سے کہا جارہا ہے کہ اسرائیل سے تعلقات بنانا یا اس کو تسلیم کرنا جائز ہوگیا۔ کیونکہ 2017ء کے جیوش نیشن قانون کے مطابق یہ صرف یہودیوں کی ریاست ہے۔مشرقی یروشلم فلسطینیوں کو وہ کبھی واپس نہیں کریں گے۔دوسرے عرب ممالک سے اسرائیل نے معاہدے کیے لیکن ان کا کوئی وعدہ پورا نہیں کیا۔جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے اور قرآن کریم بھی اس پر گواہ ہے کہ یہودی ایک جھوٹی قوم ہے۔لہٰذا ہم پاکستان کی حکومت سے کہیں گے کہ وہ بڑے واشگاف الفاظ میں اعلان کرے کہ پاکستان کبھی بھی صہیونی ریاست کو تسلیم نہیں کرے گا۔

> قائداعظم نے اسرائیل کے بارے میں واشگاف الفاظ میں کہا تھا کہ اسرائیل مغرب کا ناجائز بچہ ہے اور ہم عربوں (فلسطینیوں) کو سپورٹ کریں گے اور اگر ضرورت پڑی تو ان کی مدد کے لیے اپنی افواج بھی بھیجیں گے۔

سوال: کیا پاکستان کی موجودہ حکومت بانیٔ پاکستان کے اصولی مؤقف سے انحراف کرنے جارہی ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: اس وقت ہم ایک ایسی مملکت یا ایسی حکومت چلارہے ہیں جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ ہمارے حکمران اور پالیسیز وغیرہ ہمارے نہیں ہیں۔ ہمارے حکمرانوں پر باہر کا پریشر تو ہے ہی دوسری طرف عوام کی بھی ذہن سازی نہیں کی گئی۔جلیل عباسی صاحب کا ٹوئیٹ آیا کہ پاکستان کا اسرائیل کو تسلیم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔اس بیان پر کئی پاکستانیوں کے کمنٹس یہ تھے کہ موجودہ دور ایسا ہے کہ اس بات میں کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا کہ اسرائیل کو تسلیم کرلیا جائے اور ان کے ساتھ تجارت کو فروغ دیا جائے تاکہ امن کی طرف ہم آگے بڑھ سکیں۔اسرائیلی وزیر زراعت کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ مجھے پاکستان کے دورے کی باقاعدہ دعوت دی گئی ہے۔اسرائیلی اخبار کا دعویٰ موجود ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان تجارت کو فروغ دینے کے لیے دفاتر کھولنے کے حوالے سے ہماری ملاقاتیں چل رہی ہیں۔اگرچہ ہمارے حکمران اس کی نفی کر رہے ہیں لیکن یہ خبریں آتی رہتی ہیں۔اس وقت پاکستان پر معاشی حوالے سے بڑا سخت دباؤ ہے۔کیونکہ ایک عام آدمی اس طرح سوچتا ہے کہ پاکستان اسرائیل کے ساتھ جو بھی تعلقات رکھنا چاہتا ہے وہ رکھے، اس نے اپنے گھر کا چولھا جلانا ہے، اور اپنے مسائل حل کرنے ہیں۔یعنی ہمارے عوام کے ذہنوں میں اس انداز سے پریشر بڑھائے جارہے ہیں کہ ایک وقت آئے گا کچھ عرصے کے بعد اسرائیل کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے بہت کم لوگوں کا رجحان ہوجائے گا۔ہمارے علماء اس موضوع کو عوام کے سامنے رکھیں اور ان کی ذہن سازی کریں۔اگر ہمارے حکمران اسرائیل کو تسلیم کریں گے تو یہ تاریخ کی بدترین غلطی ہوگی جس کا خمیازہ ہماری آنے والی نسلیں بھگتیں گی۔

سوال: عربوں کی اسرائیل کے ساتھ جنگیں بھی ہو چکی ہیں۔اسرائیل نے یہ چیز باور کی ہے کہ ہم جنگوں کے ذریعے اس چیز کو فتح نہیں کرسکتے بلکہ ان کو نام نہاد امن کے ذریعے اپنے ٹریپ میں لے کر آئیں۔کیا اب وہ گریٹر اسرائیل کا قیام اسی ٹریپ (نام نہاد امن معاہدہ) کے ذریعے کرنا چاہتے ہیں؟

رضاء الحق: اصل میں اسرائیل نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ میں اس خطے میں اپنے بنیادی حریف عراق، لیبیا، مصر، شام کو فتح کر چکا ہوں۔ایران ایک نیا بڑا دشمن ہے لیکن اس کو میں بعد میں دیکھوں گا۔وہ سمجھ رہا ہے کہ مجھے اس وقت جنگ کی ضرورت نہیں ہے۔اگر کوئی گڑ سے مرتا ہو تو اس کو زہر دینے کی کیا ضرورت ہے۔جو میرے سامنے بچھے جارہے ہیں ان کو میں اسی طریقے سے رام کرلیتا ہوں۔

جب ضرورت پڑے گی تو عین ممکن ہے کہ وہی علاقے جن کے ساتھ اس کا تعلق بن چکا ہوگا ان کو ایران کے خلاف بھی استعمال کرے۔ بہرحال گریٹر اسرائیل کا منصوبہ کسی کے ساتھ تعلق یا معاہدے کی وجہ سے ختم ہونے والا نہیں ہے بلکہ وہ ایک دیرینہ سوچا سمجھا منصوبہ ہے۔ اور اسرائیل اس منصوبے کو حاصل کرنے کے لیے پوری دنیا کو اپنے کنٹرول میں کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ نیتن یاہو نے اپنی تقریر میں یہ تاثر دیا تھا کہ آئندہ دنیا کے فیصلوں کا مرکز مشرق وسطیٰ ہوگا اور اس کا دل اسرائیل ہوگا۔

سوال: اسرائیل اس وقت سب سے زیادہ فوکس سعودی عرب کو کر رہا ہے۔ دوسری طرف ایران اسرائیل کا دشمن ہے اور کچھ عرصہ پہلے ایران اور سعودی عرب کے درمیان دوستانہ تعلقات استوار ہو رہے ہیں۔ اگر اسرائیل سعودی عرب امن معاہدہ ہو جاتا ہے تو کیا ایران کے ساتھ سعودی عرب کے تعلقات قائم رہ سکیں گے؟

ڈاکٹر انوار علی: غالباً اپریل میں سعودی عرب اور ایران کے درمیان سفارتی تعلقات بہتر ہونے شروع ہوئے تھے اور اس وقت دوستانہ تعلقات کی خبریں گردش کر رہی تھیں۔ اسی دوران اسرائیلی وزیر خارجہ ایلی کوہن نے بڑا عجیب بیان دیا کہ سعودی عرب کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اس کا اصل دشمن اسرائیل نہیں بلکہ ایران ہے۔ کیونکہ سعودی عرب کے ایران کے ساتھ تعلقات بہتر ہونے کا سب سے زیادہ نقصان اسرائیل کو ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد اسرائیل ایک دم ایکٹیو ہوا اور اس کے سعودی عرب کے ساتھ تعلقات کی گونج سنائی دی اور اسی کا تسلسل ہے یہ آنے والا معاہدہ، جو اسرائیل اور سعودی عرب کا ہوگا۔ محمد بن سلمان کا بیان آیا کہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات قریب ہیں اور اگر ایران نے جوہری ہتھیار حاصل کیے تو سعودی عرب بھی حاصل کرے گا۔ لگتا ہے کہ اسرائیل سعودی عرب جس میں جوہری توانائی کا حصول یا ایٹمی پاور بنانے کو لالی پوپ دکھا رہا ہے۔ تین نکات پر سعودی عرب اور اسرائیل جمع ہو رہے ہیں جن میں دو سعودی عرب سے متعلق ہیں۔ ایک سکیورٹی کی گارنٹی جو دونوں طرف سے مانگی گئی ہے اور دوسرا جوہری ٹیکنالوجی کا حصول، جو سعودی عرب چاہتا ہے کہ اس معاہدے کے ذریعے مجھے مل جائے۔ تیسری مثبت بات ہے جو محمد بن سلمان کا بیان آیا کہ ہم فلسطینیوں کو ایک اچھی زندگی گزارتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی اس کا امکان ہے کہ اس معاہدے میں فلسطینیوں کے لیے کوئی نہ کوئی رعایت کا آپشن موجود ہوگا۔ بہرحال یہ بھی حقیقت ہے کہ اسرائیل نہیں چاہتا کہ سعودی عرب اور ایران کے تعلقات بہتر ہوں بلکہ وہ چاہتا ہے کہ یہ تنازع اور کھینچا تانی ہمیشہ برقرار رہے۔

سوال: اسرائیل کا بڑا تنازع فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ اگر فلسطینی مسلمانوں کو وہ کسی نہ کسی معاہدے میں راضی کر لیتا ہے اور سعودی عرب بھی اس حوالے سے امن معاہدے میں راضی ہو جاتا ہے اور دیگر اسلامی خلیجی ریاستیں بھی اس معاہدے کو ویلکم کرتی ہیں تو پھر پاکستان کا کیا تعلق ہے کہ وہ اتنی دور بیٹھ کر اسرائیل کو تسلیم نہ کرے؟

رضاء الحق: اس سوال سے ملتا جلتا بیانیہ ہمارا سیکولر اور لبرل طبقہ کھل کر پیش کرتا ہے۔ بنیادی طور پر ریاست اسرائیل کا قیام فلسطینیوں کے حقوق کو غصب کر کے کیا گیا۔ بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کی گئی اور پھر اس کا تعلق ہماری دینی تعلیمات سے بھی ہے۔ اسرائیل یا یہودیوں کی ریاست قائم ہو جانا اس کی بنیاد پہ آگے چل کر گریٹر اسرائیل کا بن جانا یہی وہ دجال کی عالمی حکومت ہے جس کے لیے وہ بیج بو رہے ہیں۔ ہمارے لوگ کیوں اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ عام پاکستانی مسلمان چاہے وہ پاکستان میں ہو یا کسی دوسرے ملک میں ہو، وہ اس معاملے میں بڑا حساس ہے۔ دو ماہ پہلے لیبیا کی وزیر خارجہ نے ایک کانفرنس میں اسرائیلی وزیر خارجہ سے ملاقات کر لی تو لوگوں نے وہاں اس قدر احتجاج کیا کہ اسے ملک چھوڑنا پڑا اور اس کو عہدے سے فارغ بھی کر دیا گیا۔ یعنی مسلمانوں میں ابھی بھی یہ جذبہ موجود ہے اور وہ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ کسی صورت میں بھی اسرائیل کی ناجائز ریاست کو تسلیم نہ کیا جائے کیونکہ اس کو تسلیم کر لیا تو مسلمانوں نے خود ہی اپنی جڑ کاٹ دی۔

سوال: پاکستانی اور پوری مسلم دنیا کی عوام اسرائیل کی سخت ترین مخالف رہی ہے۔ موجودہ معاہدہ اگر منظر عام پر آ جاتا ہے تو کیا پوری مسلم امہ اس کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لے گی یا یہ معاہدہ دنیا بھر میں ایک نئے فتنے اور انتشار کا باعث بنے گا؟

ڈاکٹر انوار علی: یقیناً عام مسلمان اس حوالے سے بہت حساس ہے۔ اور اسرائیل کو تسلیم کرنا ایک بڑا موڑ ہوگا اور اس کی وجہ سے ایک بڑی تباہی آ سکتی ہے اور عوام الناس کی سطح پر شدید ردعمل آئے گا۔ لیکن ہمیں اس زاویے کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اس وقت ایک معاشی بحران کو بہت بڑھا چڑھا کر ہمارے اوپر مسلط کیا جا رہا ہے تاکہ لوگ اصل مسائل اور ایشوز کی طرف نہ آ سکیں۔ بہرحال ہر وہ شخص جو کلمہ پڑھتا ہے اور جس کو پاکستان کی نظریاتی سرحدوں سے ذرا سی بھی وابستگی ہے وہ کسی صورت بھی اس کو برداشت نہیں کرے گا کہ پاکستان اسرائیل کو تسلیم کرے۔ بہرحال پاکستان کے عوام کی سعودی عرب کے ساتھ بھی ایک بڑی نسبت ہے۔ اگر سعودی عرب بھی اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے تو یہ بھی مسلمانوں کے لیے بہت زیادہ ہرج والم کی کیفیت ہوگی۔

سوال: اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا کیا موقف ہے؟ اور اس ضمن میں آپ حکومت پاکستان کو کیا تجاویز دیں گے؟

رضاء الحق: تنظیم اسلامی کا وہی موقف ہے جو ہماری دینی تعلیمات اور بانیان پاکستان کا موقف تھا کہ اسرائیل کو تسلیم کرنا اسلام، فلسطینی مسلمانوں اور نظریۂ پاکستان سے غداری ہے اور اسلامی تعلیمات کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ چونکہ نظریۂ پاکستان درحقیقت نظریۂ اسلام ہی ہے۔ اس کی بنیاد پر بانیان پاکستان نے شروع سے ہی یہ اصولی بات طے کر دی تھی کہ اسرائیل کی ناجائز ریاست کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ پاکستان میں معاشی مسائل بہت زیادہ ہیں اور حدیث کی رو سے فقر کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ احادیث میں یہ بھی ہے کہ جب مسیح الدجال آئے گا تو اس کے ایک ہاتھ میں جنت اور دوسرے ہاتھ میں آگ (جہنم) ہوگی اور وہ لوگوں کو بلائے گا۔ اور جو اس کی آگ میں داخل ہوگا وہ درحقیقت پانی میں ہے اور جو اس کی جنت میں داخل ہوگا وہ درحقیقت آگ میں ہے۔ یعنی انتہائی سخت ترین مشکل معاشی حالات میں بھی دین اور اصول کا دامن نہ چھوڑنا انتہائی اہم ہے۔ پاکستان کے معاشی مسائل کی کچھ وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ سودی معیشت، جس کا خاتمہ انتہائی اہم ہے۔ پھر کرپشن اور اس جیسے دوسرے معاملات کو دور کیا جائے۔ الغرض معیشت میں خلاف اسلام چیزوں کو دور کیا جائے اور اسلام کا معاشی نظام نافذ کیا جائے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے 2022ء میں سود کے خلاف فیصلہ دے کر اسلام کے معاشی نظام کو نافذ کرنے کا روڈ میپ بھی دیا۔ اسی طرح سب مل بیٹھ کر ملکی مفاد کو سامنے رکھ کر سوچیں تو ہمارے سیاسی حالات بھی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک ہم نظریۂ پاکستان کو عملی طور پر ملک میں نافذ نہیں کرتے اس وقت تک ہماری وجہ جواز ہی پوری نہیں ہو سکتی۔

احیائی تحریکات کی عمر اور تنظیم اسلامی

عبدالرؤف

برعظیم پاک و ہند میں کم و بیش چار سو سال قبل احیائی مساعی کا آغاز مجدد الف ثانی ؒ کے ذریعہ ہوا۔ گزشتہ صدی کے دوران میں اسی جدوجہد کو علامہ اقبال کی انقلابی شاعری‘ ابوالکلام آزاد کی گھن گرج والی تقاریر اور مولانا مودودی کی شستہ تحریروں نے آگے بڑھایا۔ سوچنے سمجھنے والوں کی ایک بڑی تعداد اس انقلابی فکر سے متاثر ہو کر اس کے لیے اپنی ذہانت‘ فطانت‘ قوت اور صلاحیت لگانے پر آمادہ ہوگئی جس کے نتیجہ میں اس احیائی اور انقلابی فکر کی جڑیں مضبوط ہونا شروع ہوئیں۔ اسی دوران دنیا کے دیگر مسلمان ممالک میں اسی فکر پر مبنی بہت سی تحاریک نے جنم لیا۔ البتہ بعض وجوہات کی بنا پر جب یہ تحریکیں وقتی طور پر ناکام ہوئیں تو کچھ عناصر نے اس فکر کو ع ’’کہتے ہیں جسے عشق خلل ہے دماغ کا‘‘ کے مصداق غلط قرار دے دیا اور اپنے ذہن و فکر کی پوری قوت کے ساتھ اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئے۔ خدا کا دین انسانوں کا محتاج نہیں‘ اس لیے باقی ممالک کو ایک طرف رکھتے ہوئے برعظیم پاک و ہند کے تناظر میں دیکھا جائے تو حزب اللہ اور جماعت اسلامی کے بعد یہ جھنڈا تنظیم اسلامی نے تھاما۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسی انقلابی شخصیت نے نہ صرف مسلمانانِ پاکستان بلکہ دنیا کے دیگر خطوں سے تعلق رکھنے والی عظیم مسلم اکثریت تک اسلام کا انقلابی پیغام پہنچایا۔ دین حق کے غلبہ کے لیے ’’تنظیم اسلامی‘‘ کی شکل میں ایک مضبوط اور منظم جماعت بھی قائم کی جو بانیٔ تنظیم کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی غلبۂ دین حق کے علم کو تھامے ہوئے اپنی مخصوص اور فطری رفتار کے ساتھ گامزن ہے۔ جس طرح پہلے کچھ لوگوں نے اس فکر سے انحراف کر کے اسے مجروح کرنے کی کوشش کی تھی اسی طرح آج بھی کچھ عناصر بانیٔ تنظیم کی تقاریر کے مختلف کلپس (clips) کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ احیائی تحریکیں کچھ عرصے بعد اپنے اصل مقصد سے ہٹ جاتی ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے بیان کردہ وہ الفاظ تحریر کیے جا رہے ہیں جو ایک کلپ کی شکل میں سوشل میڈیا پر گردش کر رہے ہیں:

’’انقلابی تحریکوں کے بارے میں یہ قانونِ فطرت ہے کہ یہ یا تو تیس چالیس سال کے اندر اندر کامیاب ہو جائیں تو ہو جائیں ورنہ پھر بوڑھی ہو کر اُن کا وہ جوش و خروش‘ جذبہ قربانی‘ جوشِ عمل اور پھر یہ کہ ان چیزوں میں کمی آ کر مفاہمت اور مصالحت کا راستہ اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی پر جوانی کے بعد بڑھاپے کا دور آتا ہے۔ جوانی سدا تو نہیں رہتی‘ بڑھاپا آتا ہے۔ ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ انقلابی (radical) تحریک جوش و جذبے کے ساتھ اُٹھے گی‘ لوگوں کو لے گی‘ لوگوں میں ایثار‘ قربانی سب کچھ ہوگا۔ تیس چالیس سال کے اندر یا تو کامیابی یا پھر بڑھاپا شروع ہو جائے گا۔ بڑھاپے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ اب مفاہمت اور مصالحت شروع ہو جاتی ہے اور نتیجہ یہ کہ انقلابیت کا ڈنگ ٹوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ کوئی انتخابی میدان میں چلو‘ کہیں کوئی خاص اپنی مسجدیں بناؤ‘ اپنے مراکز بنا لو۔ اس قسم کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ بچائے اس کا سب سے بُرا نتیجہ نکلتا ہے فرقہ واریت کی شکل میں۔ اس طرح وہ تحریک ایک فرقہ بن جاتی ہے۔ ایک نسل نے تو اُس تحریک کی دعوت کو قبول کیا تھا ذہناً شعوری طور پر (consciously)۔ اب اُس کی اگلی نسل کا تعلق اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ یہ ہمارے باپ کا مسلک ہے۔ تیسری نسل میں آ کر یہ بالکل ایک فرقہ بن کر رہ جاتی ہے اور اُس کے بعد اُس کی حیثیت یہ ہو جاتی ہے کہ شخصی عقیدتیں تو باقی رہ جاتی ہیں لیکن وہ جذبہ‘ جوشِ عمل‘ قربانی اپنے آپ کو بدلنا اور اپنی زندگی میں کوئی انقلاب لانا اُس کے لیے آدمی تیار نہیں ہوتا۔ یہ اُس کا بدترین انجام ہوتا ہے اور فرقے وجود میں آتے ہی اسی طریقے سے ہیں۔ ہر فرقے کی آپ تاریخ اٹھائیں تو معلوم ہوگا کہ شروع میں تو صاحب عزیمت انسان اُٹھے تھے اور انہوں نے اصلاحی کام کا بیڑا اٹھایا تھا۔ شرکیہ عقائد اور بدعات کے ردّ میں مختلف غلط چیزوں کے خلاف ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ ایک یا دو نسل کے بعد اب چند شعائر رہ گئے ہیں جن کے حوالے سے وہ فرقہ پہچانا جاتا ہے‘ باقی ساری چیزیں ختم۔ یہی ہے درحقیقت جس کو میں نے تعبیر کیا ہے کہ تیس چالیس سال میں یا کوئی انقلابی تحریک کامیاب ہوگی اور اگر کامیاب نہ ہوگی تو اُس پر بڑھاپے کے آثار طاری ہو جائیں گے۔ نام پوجے جائیں گے‘ شخصیتیں پوجی جائیں گی اور اُن کے حوالے سے دکانیں چمکائی جائیں گی۔ کیریئر بنائے جائیں گے۔ وہ سب کچھ ہوگا لیکن وہ اصل انقلابی (radical) تصور گم ہو جائے گا۔‘‘

درج بالا اقتباس میں سے تیس چالیس سال کے عرصہ والی بات کو فی الحال ایک طرف رکھیے دیگر وجوہات جو بیان کی گئی ہیں کہ اگر کسی تحریک میں اُن کا ظہور ہو جائے‘ جیسا کہ بعض تحاریک میں نظر بھی آتا ہے کہ اصل مقصد سے ہٹ کر کچھ دوسرے امور پر توجہ کا ارتکاز ہو گیا‘ جماعت جس مقصد کے تحت بنی تھی وہ پسِ پشت چلا گیا اور جماعت ہی اصل فرقہ کی شکل اختیار کرتی چلی گئی تو اس حد تک اُن کے موقف سے اختلاف کی گنجائش نہیں۔ جہاں تک تنظیم اسلامی کا تعلق ہے‘ اُس کے متعلق بانیٔ تنظیم نے اپنی زندگی میں ہی بہت مواقع پر یہ بات بیان کی ہے کہ جن معنوں میں کوئی جماعت اپنی وسعت اور عوام کے اندر پذیرائی کے لحاظ سے جماعت کہلاتی ہے ابھی تک تنظیم اسلامی ان معنوں میں جماعت نہیں ہے بلکہ ہم اسے ایک جماعت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس اعتبار سے اُن کی بات صد فیصد درست ہے کہ جس طرح جماعت اسلامی‘ جمعیت علماء اسلام یا اسی طرح کچھ اور بڑی جماعتیں ہیں‘ تنظیم اسلامی اُن کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ بانیٔ تنظیم اپنی ایک اہم تحریر ’’تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر‘‘ میں موجودہ احیائی مساعی کے تناظر میں تنظیم اسلامی کا محل ومقام‘‘ کے عنوان کے تحت احیائی عمل کے تین اہم گوشوں کا ذکر کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں:

’’اس احیائی عمل کے بارے میں بعض بنیادی حقائق ذہن نشین رہنے چاہئیں۔ مثلاً ایک یہ کہ یہ کوئی سادہ اور بسیط عمل نہیں ہے بلکہ اس کے متعدد گوشے ہیں‘ جن میں سے ہر ایک میں اولوالعزم افراد اور جماعتیں برسرِ کار ہیں۔ بظاہر ایک دوسرے سے جدا اور مختلف بلکہ بعض پہلوؤں کے اعتبار سے متضاد ہونے کے باوجود اس وسیع تر احیائی عمل کے اعتبار سے وہ ایک دوسرے کے لیے باعث تقویت ہیں۔ دوسرے یہ کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور ملتِ اسلامی کی تجدید کا یہ کام بیس برس میں مکمل ہونے والا نہیں ہے بلکہ ﴿لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝١٩﴾ (الانشقاق) کے مصداق درجہ بدرجہ بہت سے مراتب و مراحل سے گزر کر

ہی پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ لہٰذا اس ارتقائی عمل کا ہر درجہ اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے اور چاہے بعد کے مراحل سے گزر کر پہلوں کا کام بہت حقیر بلکہ کسی قدر غلط بھی نظر آئے' اپنے اپنے دور کے اعتبار سے اس کی اہمیت و وقعت سے بالکلیہ انکار ممکن نہیں۔ تیسرے یہ کہ اس ہمہ گیر تجدیدی جدوجہد میں اگرچہ افراد کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے تاہم جماعتوں اور تنظیموں کے مقابلے میں کم تر ہے۔ پھر جماعتیں بھی تحریکوں کی وسعت میں گم ہوجاتی ہیں اور بالآخر تمام تحریکیں بھی اس وسیع احیائی عمل کی پہنائیوں میں گم ہوجاتی ہیں جو ان سب کو محیط ہے۔''

درج بالا اقتباس میں بانی تنظیم خود واضح کر رہے ہیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور ملت اسلامی کی تجدید کا یہ کام دس بیس برس میں مکمل ہونے والا نہیں اور اختتام اس جملہ سے کر رہے ہیں کہ تمام تحریکیں بھی اس وسیع احیائی عمل کی پہنائیوں میں گم ہو جاتی ہیں جو ان سب کو محیط ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ احیائی عمل چند برسوں تک محیط نہیں ہوتا بلکہ اس کو آخری منزل تک پہنچانے کے لیے کئی نسلوں کی محنت درکار ہوتی ہے۔ اگر اس احیائی عمل کے لیے قائم کی جانے والی جماعت اپنے فکر کی صحت وسلامتی' کارکنوں کے خلوص و اخلاص اور انقلابی جذبے کے ساتھ اپنے مشن سے تعلق استوار رکھے تو وہ کبھی بھی بوڑھی نہیں ہوسکتی۔ اس حوالے سے محترم محی الدین غازی کی تحریر "جوان اسلامی تحریک کے خدوخال'' سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جوان تحریک ناسٹلجیا (nostalgia) سے دور رہتی ہے۔ ناسٹلجیا اس کیفیت کو کہتے ہیں جب آدمی حال سے غیر مطمئن اور مستقبل سے مایوس ہو کر ماضی کی حسین یادوں سے دل بہلاتا ہے۔ ناسٹلجیا بوڑھی تحریک کی علامت ہے۔ جوان تحریک اپنے موجود افراد میں خوبیوں کو تلاش کرتی ہے۔ ناسٹلجیا میں اچھے افراد ہوتے ہوئے بھی نظر نہیں آتے یا نگاہ کو نہیں بھاتے۔ اسلامی تحریک میں ایسی کیفیت کا پیدا ہونا اچھی علامت نہیں ہے۔ ماضی کی تابناک شخصیتوں اور کارناموں کا تذکرہ حال سے مایوس کرنے کے لیے ہرگز درست نہیں ہے' وہ حال کو جوش اور توانائی سے بھرنے کے لیے ہی درست ہوسکتا ہے۔ ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے ایک اور نکتہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ تحریک کو ویسا بنانا مطلوب نہیں ہے جیسا بانی تحریک نے بنایا تھا' بلکہ وہاں پہنچانا مطلوب ہے جہاں پہنچانے کا بانی تحریک نے خواب دیکھا تھا' یا اس سے بھی آگے' جہاں پہنچانے کا خواب آپ دیکھتے ہیں۔ مثال کے طور پر تحریک کے سابقین سینما کے قریب نہیں پھٹکتے تھے لیکن ان کا خواب یہ تھا کہ سینما کو اسلام کے رنگ میں رنگ دیا جائے اور اسلام کی خاطر اس کا استعمال کیا جائے۔ اس لیے مطلوب وہ نہیں ہے جو وہ کرتے تھے بلکہ وہ ہے جس کا وہ خواب دیکھتے تھے' یا اُن کے خواب سے بھی آگے بڑھ کر جس کا خواب آپ دیکھتے ہیں۔ اسی طرح ماضی کی وہ روایات جن کا تعلق وسائل اور طریقہ کار سے ہے اُن کا زمانے کے ساتھ تبدیل ہونا فطری بات ہے۔ ٹھوس اصول اور ابدی اقدار کی پابندی پر اُکسانے والی روایات کو سینے سے لگانا مطلوب ہے۔''

اس تحریر کی روشنی میں اگر تنظیم اسلامی کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات مزید مبرہن ہوجاتی ہے کہ اس پر بڑھاپے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ ایک پُرعزم اور جوان تحریک کی مانند وہ اپنے مشن کے ساتھ تعلق جوڑتے ہوئے بانی تنظیم کے خواب کو عملی شکل دینے کے لیے کوشاں ہے۔ وہ اپنے حال سے بھی پوری طرح مطمئن ہے اور مستقبل کے حوالے سے بھی کسی قسم کی مایوسی کا شکار نہیں۔ اسلام کے انقلابی فکر کو 'عضوا علیھا بالنواجذ'' کے مانند اپنے دانتوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام کر روایت اور جدیدیت میں اعتدال رکھتے ہوئے اپنے مشن پر جوان قائد کی قیادت میں رواں دواں ہے۔ جو چیزیں 48 سال قبل طے کی گئی تھیں انہی کے ساتھ جڑ کر موافق و ناموافق ہر طرح کے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اپنا سفر طے کر رہی ہے۔ گو کہ رفتار اتنی تیز نہیں جتنی ایک احیائی تحریک کی ہونی چاہیے لیکن جب حالات ہر اعتبار سے ناموافق ہوں اور اس احیائی فکر کو نہ جامد مذہبیت قبول کرے اور نہ ہی مادہ پرستانہ الحاد کے علمبردار کوئی راستہ دینے کے لیے تیار ہوں تو پھر یہ سُست رفتار بھی غنیمت ہے۔ بقول اقبال: ؎

مایوس نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

جس طرح کسی کرکٹ یا فٹ بال کے میچ کے دوران تماشائی کھلاڑیوں پر تنقید کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ انہیں تو اس صورتحال سے واسطہ ہی نہیں پڑا ہوتا جس سے وہ کھلاڑی دوچار ہوتے ہیں' بالکل اسی طرح جو افراد کسی احیائی تحریک کا حصہ نہیں بنے اور اس راستے میں آنے والی مشکلات' مصائب اور رکاوٹوں سے اُن کا واسطہ نہیں پڑا ہوتا وہ بڑے پُرزور انداز میں تنقید کر رہے ہوتے ہیں کہ 45 سال سے زیادہ عرصہ ہوگیا ہے لیکن آپ لوگوں نے ابھی کوئی واضح کامیابی حاصل نہیں کی۔ ایسے حضرات کے لیے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتاب'' برعظیم پاک وہند میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اُس سے انحراف کی راہیں'' کے درج ذیل الفاظ میں بہت اہم رہنمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں فی الوقت کرنے کا اہم ترین کام یہ ہے کہ دین کے ان اجتماعی اور تحریکی' یا بالفاظ دیگر'' انقلابی'' تصورات کو برقرار رکھا جائے جو بہت طویل عرصے کے بعد از سرنو اجاگر ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ ایک جانب تو وقت کا ماحول اس کے ساتھ مطابقت اور موافقت نہیں رکھتا اور ؎

آرزو اوّل تو پیدا ہو نہیں سکتی کہیں
اور ہو جائے تو مر جاتی ہے یا رہتی ہے خام!

کے مصداق نہ زمین اسے غذا دیتی ہے نہ فضا' جبکہ دوسری جانب نہ صرف یہ کہ مختلف احیائی تحریکوں کی وقتی اور فوری ناکامیوں کے طبعی نتیجے کے طور پر ان افکار اور تصورات کی کریڈیبلٹی کو خطرہ لاحق ہے' بلکہ بعض شکست خوردہ ذہنیت کے حامل لوگ جو کسی داخلی یا خارجی سبب کے باعث ان تحریکوں کے ساتھ نہیں چل پائے اور یا خود علیحدہ ہوگئے یا نکال دیے گئے' ایک مریضانہ نفسیاتی ردّعمل کے تحت اس فکر ہی کو مجروح کرنے پر تل گئے ہیں۔

اوپر دین کے اجتماعی اور عمرانی فکر' اور فرائض دینی کے تحریکی انقلابی تصور کے فروغ کی راہ کے موانع کے ضمن میں زمین اور فضا دونوں کی عدم موافقت کا جو ذکر آیا ہے وہ محض روا روی یا قلم کی روانی میں نہیں ہے' بلکہ ایک سوچی سمجھی تشبیہ ہے۔ اس لیے کہ ایک جانب مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے ذہنوں میں دین کا جو محدود اور جامد مذہبی تصور صدیوں کے تعامل کے باعث راسخ ہو چکا ہے' فی الواقع اب بنجر اور سنگلاخ زمین کے مانند ہے جو کسی حرکی اور انقلابی تصور کو غذا دینے سے انکاری اور اس کے فروغ کی راہ کا سب سے بڑا پتھر ہے' جبکہ دوسری جانب مادہ پرستانہ افکار و نظریات' سیکولر نظام ریاست و سیاست' مخلوط اور اباحیت پسندانہ معاشرت و ثقافت جو اس وقت پورے کرۂ ارضی کو اپنے لپیٹ میں لیے ہوئے ہے' یقیناً اس آسمان کے مانند ہے جو اسلام کے حقیقی اور جامع تصور کے ''شجرہ طیبہ'' کو پنپنے کی اجازت دینے سے انکاری ہے (یہ دوسری بات ہے کہ اسلام کے عالمی غلبے کی ''تقدیر مبرم'' ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور ﴿وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ کے علی الرغم پوری ہوگی)۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جیسے ہر چہار جانب افق پر زمین اور آسمان باہم بغل گیر نظر آتے ہیں' بالکل اسی طرح دین کا محدود مذہبی تصور اور عالمی سیکولر تہذیب بھی ایک دوسرے کے ساتھ پوری طرح

ہم آہنگ اور ہم آغوش ہیں۔ اس لیے کہ سیکولر نظام کا تو اصل الاصول ہی یہ ہے کہ مذہب انسان کا انفرادی معاملہ ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے وہ کامل ''رواداری'' کا مظاہرہ کرتا ہے کہ جملہ مذاہب کو تسلیم کرتے ہوئے ان سب کو اپنے پہلو میں جگہ دینے کے لیے تیار ہے۔ اسے کوئی خطرہ اور اندیشہ اگر ہے تو اسلام کے صرف اس اجتماعی تصور سے جو پوری زندگی پر اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ اس کی جنگ اگر ہے تو صرف ان ''بنیاد پرست'' (fundamentalist) قوتوں سے جو اسلام کو دین و دنیا اور عبادت و سیاست دونوں دائروں میں حکمران کرنا چاہتی ہیں۔ رہا دین کا وہ محدود مذہبی تصور جو عبادات و رسومات' مسجد و مدرسہ اور خانقاہ تک محدود رہے اور Politico-Socio-Economic System سے بحث نہ کرے تو اس کی تو وہ پوری طرح سرپرستی کرنے پر ہمہ وقت آمادہ اور تیار ہے۔''

درج بالا اقتباس اس حقیقت کی نشاندہی کر رہا ہے کہ جس فکر کے راستے میں زمین اور آسمان سب سے بڑی رکاوٹ بن جائیں' کیونکہ گزشتہ چار سو سال سے دین کا اصل ڈھانچا نگاہوں سے اوجھل ہے اور اُس کی جگہ مادہ پرستانہ الحاد اور جامد مذہبیت نے نہ صرف برعظیم پاک و ہند بلکہ پوری دنیا میں اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہوں تو اُس کا مقابلہ نہایت مشکل کام ہے۔ جس عمارت کو شکستہ اور بوسیدہ ہونے میں کم و بیش چار سو سال کا عرصہ لگا اور بالآخر بیسویں صدی کے آغاز میں ملّتِ اسلامیہ کا بوسیدہ قصر گویا دفعتاً زمین پر آ رہا اور اسلام اور مسلمان دونوں اپنے انحطاط کی آخری حدود کو پہنچ گئے تو اُس کی تعمیر یکدم کیسے ممکن ہے! یہ ایک آفاقی سچائی ہے کہ تخریب کا کام آسان ہے جبکہ تعمیر کا کام مشکل ترین ہے۔

عالمی سطح پر غلبہ دین کی جو خوشخبری احادیث مبارکہ میں دی گئی ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس وقت اسلامی احیائی تحریکوں کے لیے گو کہ حالات بہت مشکل ہیں' نائن الیون کے بعد سامراجی قوتوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ان تحاریک کو بدنام کرنے کے لیے دہشت گردی کا ہوا کھڑا کرنے کی کوشش بھی کی لیکن دو سال قبل افغانستان میں ان قوتوں کی ہزیمت ناک شکست نے احیائی تحاریک کا مورال جس طرح بلند کیا ہے اسی طرح آئندہ اس میں مزید بہتری آنے کے امکانات بھی ہیں۔ البتہ احیائی تحریکوں کو بھی اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر محمد شفیق اپنی تحریر بعنوان ''اسلامی تحریکیں: حال اور مستقبل'' کے آخری پیراگراف میں لکھتے ہیں:

''اسلامی تحریکات کا مستقبل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنے ادھورے کاموں کو مکمل کرنے اور عصرِ حاضر میں اسلامی تعمیرِ نو کے تقاضوں کو پہچان کر انہیں پورا کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ بات بھی فیصلہ کن ہوگی کہ گزشتہ نصف صدی کی تاریخ نے تحریک کے فرد اور لائحہ عمل میں جن نقائص اور کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے' اُن کو پہچاننے اور دور کرنے میں تحریک کی نئی قیادت کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔ یہ نئی قیادت بانیانِ تحریک کی مقلد محض ثابت ہوتی ہے یا انہی کی طرح اجتہادی فکر سے کام لیتی ہے۔ مستقبل کی تعمیر میں اس کی نگاہیں اپنے ماضی کی طرف رہتی ہیں اور وہ اس سے رہنمائی حاصل کرنا چاہتی ہے یا معاصر حالات کے تجزیے اور مستقبل کے بارے میں مبنی بر بصیرت اندازوں کی روشنی میں لائحہ عمل اختیار کرتی ہے۔ تحریکات کے لیے ایک راہ' راہِ جمود ہے' دوسری اقدام واجتہاد کی۔ یہی دوسرا راستہ کامیابی کا ضامن ہوسکتا ہے۔''

اس تحریر کی روشنی میں تنظیم اسلامی کا لائحہ عمل واضح ہے کہ بانی تنظیم کے دیے ہوئے فکر پر مضبوطی سے قائم رہنے کے ساتھ ساتھ اُن کی تقلید محض نہیں کی جائے گی بلکہ حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اجتہاد بھی کیا جائے گا۔ بانی تنظیم کے علمی تفردات یا سیاسی آراء سے بھی جہاں ممکن ہوا' اختلاف کیا گیا البتہ بنیادی اصولوں سے تعلق کبھی بھی منقطع نہیں کیا گیا' چاہے وہ عقائد دینی نظریات ہوں یا تنظیم کا اساسی فکر۔

بعض ایسے عناصر ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف انداز سے افواہیں پھیلا کر رفقاء واحباب کے اذہان کو مسموم کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ عمر کے آخری حصہ میں تنظیم سے مایوس ہو چکے تھے اور یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ تنظیم اسلامی اب اپنے اصل فکر پر نہیں رہی۔ ایسے لوگ چاہتے ہیں کہ رفقاءِ تنظیم تذبذب کا شکار ہو جائیں اور جم کر دین کا کام نہ کر سکیں۔ اُن کی تشفی کے لیے بانی تنظیم کی وفات سے چند روز قبل فیصل آباد میں سوال و جواب کی آخری نشست کے موقع پر ایک سوال کے جواب میں بیان کیے گئے یہ الفاظ کافی ہیں:

''میرے دل سے تو یہی دعا نکلے گی کہ یہ تحریک پھلے پھولے' برگ و بار لائے اور امید ہے اس لیے کہ جہاں تک معلوم ہے پوری دنیا میں اتنی صحیح کوئی تحریکِ اسلامی موجود نہیں۔ یہ بات میں نے جماعت اسلامی کے بارے میں لکھی تھی اور آج بھی سمجھتا ہوں کہ جماعت اسلامی 1940ء سے 1950ء تک دورِ صحابہؓ کے بعد کی بہترین اسلامی تحریک تھی' کوئی تحریک بھی اس کے قریب نہیں تھی لیکن افسوس جو انہوں نے انتخابی سیاست کی طرف رخ موڑا ہے وہ بہت بڑی غلطی تھی جس کا احساس بہت دیر میں ہوا۔ آج میں علیٰ وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں کہ تحریکیں تو بہت سی ہیں لیکن خالص منہج انقلاب نبوی ﷺ پر کوئی اور تحریک نہیں سوائے تنظیم اسلامی کے۔''

تنظیم اسلامی کا قیام 1975ء میں عمل میں آیا تھا اور بانی تنظیم کے مذکورہ بالا الفاظ 2010ء کے ہیں جب تنظیم کو قائم ہوئے 35 برس ہو چکے تھے۔ مضمون کے آغاز میں بانی تنظیم کے جس ویڈیو کلپ کا حوالہ دیا گیا ہے وہاں انقلابی تحریکوں کی کامیابی کے تیس یا چالیس کے عرصہ کا ذکر تھا جسے بنیاد بنا کر یہ پراپیگنڈا کرنے کی کوشش کی گئی کہ تنظیم اسلامی بھی اب اپنی عمر پوری کر چکی ہے۔ یہاں بانی تنظیم خود تنظیم کے قیام کے 35 برس بعد بھی یہ فرما رہے ہیں کہ دنیا میں اور بہت سی تحریکوں اور جماعتوں کے باوجود صرف تنظیم اسلامی ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالصتاً منہج انقلاب نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہے اور اتنی صحیح کوئی تحریک اسلامی موجود نہیں ہے۔ پھر اس کے پھلنے پھولنے اور برگ و بار لانے کے لیے خلوصِ دل سے دعا بھی فرما رہے ہیں۔ اپنی ہی زندگی کے آخری ایام میں تنظیم اسلامی کے متعلق ان مثبت خیالات اور دعاؤں کے بعد بھی اگر کسی کے ذہن میں تنظیم' اس کی قیادت اور رفقاء کے بارے میں منفی خیالات ہیں تو اسے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ یہ تنقید داخلی احساس اور شعوری تنبیہہ کے ساتھ نصح وخیر خواہی کے جذبہ کے تحت کر رہا ہے یا صرف توہین و تذلیل اور تمسخر و استہزا پیش نظر ہے!

دونوں صورتوں میں بہر حال اُس نے ایک دن اپنے رب کے ہاں جواب دہی کے لیے پیش ہونا ہے۔ وہاں احکم الحاکمین کی عدالت میں تمام فیصلے عدل پر مبنی ہوں گے اور نیتوں کے بھید کھل جائیں گے۔ اگر نیت میں اخلاص ہوگا تو اُس کا اچھا بدلہ مل جائے گا جبکہ نیت میں فتور کا نقصان بہت زیادہ ہوگا۔ اگر ہمارے اندر آخرت پر صحیح معنوں میں یقین قلبی والا ایمان پیدا ہو جائے تو کسی شخصیت' ادارے یا جماعت پر تنقید کرنے سے پہلے تمام امور کو سامنے رکھ کر اپنا جائزہ لیتے ہوئے یہ خدمت سرانجام دے سکیں گے تاکہ ہمیشہ والی ناکامی سے بچ سکیں۔

خواہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مبارک ہو! آپ زمینی خبریں پڑھ کر کڑھنا چھوڑ دیں۔ اوپر دیکھیں۔ ہم چین کی گود میں بیٹھ کر چاند فتح کرنے جا رہے ہیں۔ چین کا نیا مشن ہمارے 6 سائنسی بچونگڑے لے کر چاند کو جائے گا! چینی مشن فرانس، اٹلی اور یورپ خلائی ایجنسی کے آلات بھی ہمراہ لے جا رہا ہے۔ ہمارا سیٹلائٹ بھی چاند کے مدار میں پہنچایا جائے گا۔ یورپی ممالک تو کرایہ دیں گے۔ ہماری خبر نہیں کہ آیا جھونگے میں جا رہے ہیں یا آدھا کرایہ لگے گا؟ چین سے ہمارا ماماتائی تعلق ہے، ذرا ہمارے والوں کے ناک منہ دھلا کر (سائنسی جانچ پڑتال کر کے) لے جائے۔ چاند پر پہنچ کر کوئی گل نہ کھلا دیں۔ (چاند کے مدار سے ہمارے سر پر ہی نہ آ پڑیں۔ ان دنوں اوپر دیکھنے رات کو باہر نکلنے سے احتراز کریں! شکوک وشبہات بلاوجہ تو نہیں۔ ہمارے ہر شعبے کے فنکاروں، ان کے پشت پناہوں کا حال دیکھ لیں تو خود ہی محتاط ہو جائیں گے! مثلاً ابھی منشیات والے ڈی ایس پی کی خبر کی سیاہی خشک نہیں ہوئی تھی کہ گردہ فروشوں کی کہانی کھل گئی۔ اول الذکر مجرم 6 مرتبہ ملازمت سے نکالا (اور بحال کیا) گیا۔ 45 مرتبہ معطل ہو کر پھر رواں دواں رہا محکمے میں! دھندا عروج پر چلا۔ اربوں لوٹے اور حصہ داروں (بحال کرنے والوں) کو دیے۔ اب گردے نکال کر بیچنے والے گروہ کا سرغنہ چھٹی بار گرفتار ہوا ہے!

(مذکورہ واردات کے حساب سے ابھی 45 باریاں باقی ہیں، حصہ داروں کے ذریعے!) 328 غیر قانونی آپریشن کیے۔ یہ گردے ایک کروڑ تک میں فروخت کیے گئے! جرائم پیشہ افراد اور پشت پناہ سرکاریوں کا دل گردہ تو دیکھیں۔ کمائی، منشیات اور گردہ فروشی جیسی ہولناک، گھر، افراد، خاندان اجاڑ کر ہو رہی ہے! کبھی آتی جاتی حکومتوں کی ناک تلے! ڈاکٹر فواد مشتہر کیوں نہ ہوا؟ اس گروہ کے وسیع کاروبار میں کئی افراد ملوث ہیں۔ موٹر مکینک مریض بے ہوش کرتا تھا۔ (انسان کو بے دردی سے ٹین کی بنی گاڑی پر قیاس کر کے!) پاکستانی خود بھی تو ہوش گنوانے پر تلے بیٹھے رہتے ہیں۔ دل دماغ آنکھیں بند کیے۔ قوم کے بھلے چنگے حصے کو بے ہوشی لاحق رہی۔ 9 مئی کو آنکھ کھلی تو آدھا دماغ چوری ہو چکا تھا! بے ہوش کرنے کی تکنیک آتی ہو، بھلے موٹر مکینک ہو یا کھلاڑی! ابھی تو آنکھوں کے جعلی ٹیکوں کا غم ہی نہ اترا تھا کہ اب گردے بک گئے! 'تجارت' میں اشتراک کی ایک صورت یہ بھی سامنے آئی کہ بھکاری عمرے کی آڑ میں جاتے ہوئے پکڑے گئے۔ ایجنٹوں سے طے تھا کہ وہاں کی مبارک بھیک میں آدھا حصہ ایجنٹ کو ملے گا۔

مسئلہ بدعنوانی سے گلے سڑے، ایمان سے عاری نظام کا ہے۔ آنکھ کے بدلے آنکھ اور گردے کے بدلے گردہ کا قانون ہو، لنڈے کے انگریزی قانون کی جگہ تو زمین چار دن میں ان جرائم سے پاک ہو جائے۔ پھر آپ پاک سرزمین شاد باد کہتے جچیں گے! امریکی دوستی میں 21 ویں صدی تو اول دن سے ہم نے ملک کو اسلام سے بچا بچا رکھنے میں لگا کھپا دی۔ ایک مسکین سا، سطحی بیانات والا بے دانت، بے دل وگردہ سا اسلام رہ جائے۔ اسی تسلسل میں اب پاکستان میڈیکل ڈینٹل کونسل نے پنجاب حکومت سے مل کر داخلہ پالیسی میں 'اصلاح' فرمائی ہے کہ حافظِ قرآن کو (احتراماً) جو 20 اضافی نمبر سرکاری میڈیکل ڈینٹل کالجوں میں دیے جاتے تھے، اب نہیں ملیں گے۔ (ایسے لوگ گردے نکالنے میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔) تاہم عجب تو یہ ہے کہ یہ فیصلہ سپریم کورٹ کے 6 رکنی بینچ سے آیا تھا جسے انہوں نے سر آنکھوں پر لیا۔ 'توہینِ عدالت' کا خدشہ مول لیتے ہوئے ہم بہرطور پوچھنا چاہتے ہیں کہ حفاظ کرام ان 20 نمبروں کی خیرات آپ سے کیوں مانگیں گے، مگر فیصلہ لکھتے ہوئے 6 ہاتھوں میں سے کوئی ہاتھ کپکپایا تو نہ تھا؟ معاملہ قرآن کا تھا، حافظ صاحب کا نہیں! ویسے حالیہ ایم کیٹ میں ہائی ٹیک نقل والوں کی صلاحیت پر یہ 20 اعزازی نمبر انہیں دیدیتے۔

آیئے پاکستان کے زمینی معاملات بھلانے کو پھر ذرا چینی چاند مشن، اس کی غرض وغایت، (جس میں ہم بھی ترقی کرتے شامل ہو گئے ہیں۔) ملاحظہ فرما لیں۔ یہ مشترکہ چاند پر بین الاقوامی تعاون کی صورت ہے۔ یہ مشن چاند کے تاریک حصے میں جا کر وہاں سے نمونے اکٹھے کر کے زمین پر لائے گا۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ زمین کے تاریک حصوں کے کچھ نمونے بھی اکٹھے کر کے باندھ کر چاند پر رکھ آئے ہوتے، مثلاً LGBTQ، یا ہندوتوا والے۔ (اب امریکی اخبار 'نیویارک ٹائمز' نے امریکا، کینیڈا، برطانیہ کی یونیورسٹیوں، سٹی کونسلوں، ثقافتی حلقوں میں ہندو انتہاپسندی اور عدم برداشت کلچر وبا بن کر پھیل جانے کی خبر دی ہے۔ مغربیوں کے اب ہاتھ پاؤں اس بلا پر پھول گئے ہیں!) یہ بین الاقوامیے، اتنا بے پناہ سرمایہ چاند کی تانک جھانک میں لٹانے والے، زمین والوں کا مقدر سنوارنے پر ہی یہ مال لگا دیتے۔ صرف اس سال کے 9 ماہ میں روزگار کی تلاش میں ان امیر ممالک کے در پر سمندروں میں ڈوب کر (یا دیگر واقعات میں) مر جانے والے 2 ہزار 762 افراد ہیں۔ اور جو غربت وافلاس کی چکیوں میں امریکا یورپ کے انگوٹھے تلے دبے شمالی افریقہ یا آئی ایم ایف زدہ ممالک میں بھوک یا خودکشی سے مرنے والے لاکھوں میں ہیں۔ اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی!

یہ بھی چاند مشن بارے آیا کہ وہ چاند کے قطب جنوبی پر خطے کے ماحول اور موسم کی جانچ پڑتال کرے گا۔ ہماری زمین کے قطبوں کی برف تو ہماری گناہوں کی تپش سے پگھل کر موسمیاتی بحران اٹھا رہی ہے۔ اب چاند پر امکانات کی تلاش ہے؟ حرمین شریفین کی پاک سرزمین میلی کرنے کی بجائے یہ اپنے میوزک فیسٹول والے/والیاں بھی یہاں کی بجائے وہاں ہمراہ لے جاتے تو بہتر تھا۔ کورین بینڈ (بی ٹی ایس) نے تو اسکولوں کی بچیوں تک کو گدلا کر دیا، یہ بین الاقوامیت کی سوغات بھی وہاں غل مچاتی تو آواز بلا مبالغہ چاند سے زمین تک آتی مگر آپ نے مشن تیار کرتے مشورہ ہی نہ کیا!

ہفتۂ رفتہ میں امریکا کے سب سے بڑے شہر نیویارک میں 140 سالہ ریکارڈ توڑ کر، ایک مہینے کی بارش چند گھنٹوں میں برس گئی۔ 85 لاکھ لوگ تو صرف اس ایک شہر میں ہیں۔ دیگر ملحقہ لاکھوں کی آبادیاں بھی شدید متاثر

ہیں۔ سڑکیں ندیوں کا سماں پیش کر رہی تھیں۔ زیر زمین ٹرین کا نظام ڈوبا پڑا تھا۔

بنیادی ڈھانچہ ہی بیٹھ گیا شہر کا۔ انتظامیہ کا کہنا تھا کہ 'نیویارک شہر اتنی بے پناہ بارش سمونے کے لیے نکاسیٔ آب کا نظام نہیں رکھتا۔ موسمیاتی تبدیلیاں جس برق رفتاری سے آ رہی ہیں (وہی رفتار ہے جوان کے ہاں اخلاقی زوال کی ہے!) ہم اس پر پورے نہیں اتر پا رہے۔' حکومت ہانپتی کانپتی عوام کو قرار اور وقار سے اب ٹک کر گھروں میں بیٹھ رہنے کی تاکید کر رہی ہے۔ آسمانوں سے باتیں کرتی بلڈنگیں منہ لٹکائے کھڑی ہیں۔ رپورٹ یہ بھی کہہ رہی ہے کہ نیویارک آسمان سے باتیں کرتی بلڈنگوں کے بوجھ تلے دب رہا ہے۔ گناہوں کا بوجھ اس سے شدید تر ہے۔ شادی کا تصور ختم ہو چکا ہے۔ قوم حرام کاری میں سرتاپا غرق ہے۔ دور دور تک پیدا ہونے والے بچے نسب اور ولدیت سے لاعلم/محروم۔ عورت جنسِ بازار بنی رُل رہی ہے۔ اسے فیمینزم (نسوانیت پرستی) کا نشہ پلا کر مدہوش کیا گیا ہے۔

والدین اولادوں کی توجہ سے محروم، اولڈ ہومز میں موت کے منتظر! پاگل پن کی علامات سب پوری ہو چکیں۔ دیوانہ رشتے نہیں پہچانتا۔ کپڑے پھاڑتا، برہنگی سے پہچانا جاتا ہے۔ لوگ اس کی حرکات وسکنات، اول فول سے منہ چھپاتے ہیں، اسے خبر ہی نہیں ہوتی! بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی، شراب یا منشیات کے نشے میں دھت! امریکا میں نشے کی حالت میں صرف ڈرائیونگ میں سالانہ حادثات 20 لاکھ ہوتے ہیں۔ شراب کی مارکیٹ ایک کھرب ڈالر سے زیادہ کی ہے۔ فحش لٹریچر/تصاویر/وڈیوز کی بزنس 15 ارب ڈالر کی ہے۔ کم وبیش یہی حالات سبھی مغربی ممالک کے ہیں۔ عذاب کے کوڑے برس رہے ہیں۔ اسے سائنسی زبان میں لپیٹا چھپایا جا رہا ہے۔ نیویارک شہر میں 2 ہزار چرچ اور غیر رسمی عبادت گاہیں (گھروں، ہالوں میں) 4 ہزار ہیں۔ صوامع (یہودی عبادت گاہیں) ایک ہزار ہیں، ان سب میں رکھی تورات، انجیل طوفان نوح اور قوم لوط و دیگر (عاد، ثمود، فراعنہ، نمرود) کے عذاب بیان کرتی ہے۔ تجاہلِ عارفانہ کرتے انجان بنے بیٹھے ہیں: 'بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے، خواہ کتنی ہی معذرتیں پیش کرے۔' (القیامۃ:14،15)

❁❁❁

کوہِ گراں

تضمین بر شعرِ فیض

عبدالمالک مضطر دہلوی

ہر دل پہ یہاں درد کا اک کوہِ گراں ہے
ہر آنکھ سے بہتا ہوا اک سیلِ رواں ہے
''یاں اہلِ حرم یک بہ دگر دست و گریباں
واں جیشِ ستم تیغ بہ کف در پئے جاں ہے''
واں فرطِ مسرت سے بپا جشنِ طرب ہے
یاں حزن و الم ، گریہ و غم ، آہ و فغاں ہے
واں عیش کے سامان مہیا ہیں شب و روز
آہوں کا یہاں پھیلتا ہر سمت دھواں ہے
یوں زیرِ فلک ہو گئی مسلم پہ زمیں تنگ
گوشہ ہے سکوں کا نہ کوئی جائے اماں ہے
اب زیست کا عنوان ہے اک کربِ مسلسل
بس ماتم و شیون ہے ، ہر اک نوحہ کناں ہے
ہر سُو ہیں ترے ماننے والوں پہ جفائیں
اے قادرِ مطلق! حدِ آلام کہاں ہے؟
کب جور و جفا کی شبِ تاریک چھٹے گی
فریاد ہے ہر لب پہ ، یہی وردِ زباں ہے
معلوم نہیں نصرتِ رب آئے گی کب تک
تاثیر اب اُمت کی دعاؤں میں کہاں ہے
بے شک ہیں گنہ گار ، بلا شبہ خطا کار
پر تیرے سوا ان کا بھلا کون یہاں ہے
نالوں پہ ہے قدغن تو ہے فریاد پہ بندش
ہے کُند ہر اک نوکِ قلم ، بند زباں ہے
امروز سے ، فردا سے ، مسلمان ہے غافل
بے فکر زِ اندیشۂ ہر سُود و زیاں ہے
ہوتی نہیں نم آنکھ کسی ظلم و ستم پر
ملت کا ہر اک فرد ہی عبرت کا نشاں ہے
بس قصۂ ماضی ہوئی اجداد کی عظمت
اب اس کا کوئی ذکر بھی لفظوں کا زیاں ہے
دنیا میں ترے نام کا شُہرہ رہا صدیوں
اب نام ترا لینے میں اندیشۂ جاں ہے
ہے دِین ہدف ، زد پہ ہے یہ آج عدو کے
ہر ماننے والا ترا اب سوختہ جاں ہے
کیا جانئے اب اور ہے کیا دیکھنا باقی
پردے میں ستم کون سا اب اور نہاں ہے
اب اور کرے عرض بھلا کیا دلِ مضطرؔ
امت کا ہے جو حال وہ سب تجھ پہ عیاں ہے

کی محمدؐ سے وفا تو نے......

محمود شام

حکیم الامت علامہ اقبالؒ کے شکوہ، جواب شکوہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے فرما رہا ہے:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اب 1445ھ میں لوح وقلم تو بہت دور کی بات ہے۔ یہ جہان بھی امت محمدیؐ کا نہیں ہے۔ مسلمان ریاستیں غیر مسلم طاقتوں کی طفیلی بنی ہوئی ہیں اور اس پر فخر بھی کرتی ہیں۔ آیئے ہم اپنے آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم اپنے رہبر اپنے ہادیؐ، اپنے ملجاؐ، اپنے ماویٰؐ سے۔ پیغمبر آخر الزماںؐ سے وفا کر رہے ہیں۔ کیا ہم وفا کا وسیع تر مفہوم سمجھتے ہیں۔ کیا ہم وفا کی حدود و قیود سے باخبر ہیں۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ وفا کے تقاضے کیا ہوتے ہیں۔ شہر شہر بازار بازار سبز روشنیاں۔ قمقموں کی جھالریں، گلیاں، شاہراہیں، مکانات ہری روشنیوں سے آراستہ۔ بچے بزرگ مائیں بہنیں۔ سب کی آنکھوں میں ایک چمک۔ سب کی پیشانیاں تمتما رہی ہیں۔ سب کی زبانوں پر دُرود اس پر سلام اس پرؐ

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات، فخر نوع انسانی

سبحان اللہ۔ حفیظ جالندھری شاہنامۂ اسلام لکھ کر محمدؐ سے وفا کر گئے۔ یقیناً جنت کے اعلیٰ باغات میں مقیم ہوں گے۔

آج جب عالم اسلام پر نظر ڈالتے ہیں۔ نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر۔ یا سنکیانگ سے لے کر بوسنیا تک۔ یا پوری دنیا میں جہاں جہاں محبوب سبحانی کے پیروکار رہائش پذیر ہیں۔ کیا وہ خاتم النبیین ﷺ سے وفا کر رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کی ریاست مدینہ کا ذکر بہت ہوتا ہے مگر یہ ریاست تو خود اب مدینۃ المنورہ میں بھی نہیں ہے۔

کافر متحد ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف منظم بھی ہیں۔ نائن الیون کے بعد تو ان کا عملی سیاسی فوجی اتحاد بن گیا تھا۔ اس میں کچھ مسلمان ممالک بھی شریک ہو گئے۔ پاکستان کے پڑوس افغانستان میں امریکی، یورپی، ایشیائی غیر مسلم قوتوں نے کس طرح مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے جدید ترین اسلحہ استعمال کیا۔ عراق میں کس طرح خون مسلم ارزاں رہا۔ لیبیا میں کلمہ گوؤں کا کیا حشر کیا گیا۔ صومالیہ میں کیا نہیں ہوا۔ مگر مسلمان ممالک ایک دوسرے پر ہی الزامات عائد کرتے رہے۔ کشمیر میں کفر مسلمانوں پر 75 سال سے حملہ آور ہے۔ فلسطین میں یہودیوں نے مسلمانوں کی زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ سارے مسلمان ملک خاموشی سے دیکھ رہے ہیں۔ بلکہ اب تو مسلمان ملکوں کی طرف سے 1948ء سے فلسطینی مسلمانوں پر مسلسل عرصۂ حیات تنگ کرنے والے اسرائیل سے سفارتی، معاشی تعلقات قائم کئے جا رہے ہیں۔ کوئی مسلمان سربراہ یا ان مسلم ملکوں کے دانشور، پروفیسر، سیاستدان اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے آپ سے سوالات کرتے ہیں کہ کیا ہم اپنے محسنؐ، اپنے رہبرؐ سے وفا کر رہے ہیں۔ کیا واقعی سعودی عرب، پاکستان، عراق، اردن، ترکیہ، تیونس، انڈونیشیا، مصر، ملائشیا، بنگلہ دیش، نائیجیریا، مراکش، آذربائیجان، الجزائر، بحرین، سوڈان، قطر، شام، کویت، ماریطانیہ، متحدہ عرب امارات، بوسنیا، یمن، مسقط، ایران، مالدیپ، افغانستان، نائجیریا، تاجکستان، فلسطین، جبوتی، سینگال، گمبیا، مالی، کوسووو، ترکمانستان، ایتھوپیا، ازبکستان کے حکمران محسن انسانیتؐ، دنیا میں ایک سماجی انقلاب برپا کرنے والے، قیصر و کسریٰ کو سرنگوں کرنے والے فاتح سے، انسان کو سربلندی دینے والے سے وفا کر رہے ہیں۔ عرب و عجم کو اپنی عظمت دلانے والے کے اسوۂ حسنہ کی تقلید کر رہے ہیں۔

ہم پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہتے ہیں۔ کیا ہمارے حکمراں، ہمارے ادارے، ہمارا میڈیا، ہمارا بازار، ہمارے دکاندار اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہیں۔ کیا ہم صحیح ناپتے ہیں۔ کیا ہم ٹھیک تولتے ہیں۔ کیا ہم اپنے ہم وطنوں، ہم مذہبوں کو دھوکا دیتے وقت سوچتے ہیں کہ ہم اپنے نبیؐ، اپنے ہادی ﷺ سے وفا کر رہے ہیں۔ کیا ہمارے جاگیردار، ہمارے سردار، ہمارے اعلیٰ افسران، ہمارے ٹھیکیدار، ہمارے مافیاز وسائل پر قبضہ کرتے وقت۔ اپنے غریبوں کی اکثریت پر زندگی کا عرصہ تنگ کرتے وقت۔ ان کو تشدد کا نشانہ بناتے وقت کیا ہمارے پولیس افسر اور دوسرے اہلکار اپنے ہی مسلمان بہن بھائیوں کو عقوبت خانوں میں کسی جرم کسی گناہ کے بغیر مہینوں حبس بے جا میں رکھتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی خیال کرتے ہیں کہ کیا ہمارے پیغمبر ﷺ نے یہی درس دیا تھا۔

آج کل اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کا سالانہ اجلاس ہو رہا ہے۔ ہمارے نگراں وزیر اعظم بھی اس سے خطاب کر کے آئے ہیں۔ دیگر مسلم ممالک کے سربراہان بھی تقریریں کر رہے ہیں۔ کیا آمنہ کے لالؐ سے وفا کا تقاضا یہ نہیں ہے۔ کیا اپنے کلمہ گو بھائیوں کی ترقی خوشحالی اور زندگی آسان بنانے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اقوام متحدہ کے اس سالانہ اجلاس سے پہلے او آئی سی، اسلامی ممالک کی تنظیم ہر سال اپنا عام اجلاس بلائے۔ معیشت، ٹیکنالوجی، سفارت، صحت، تجارت، تعلیم کے حوالے سے تمام معاملات پر غور کیا جائے۔ مسلمان ممالک اپنے معدنی خزانوں، اپنے محل وقوع، اپنی جغرافیائی حیثیت کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے مشترکہ پالیسی اختیار کریں۔ کوئی متفقہ سیاسی سماجی لائحہ عمل بنائیں۔ پھر اقوام متحدہ کے سالانہ اجلاس میں تمام مسلمان ملک ایک موقف اختیار کریں۔ کیا مسلمان ملکوں کو ایک دوسرے کی مالی اور اقتصادی امداد کے لیے اپنا عالمی بینک اور دوسرے مالیاتی ادارے نہیں بنانے چاہئیں۔

نئی ٹیکنالوجی ہر روز نئے آلات، نئے ہتھیار ایجاد کر رہی ہے۔ نئے رجحانات کی طرح ڈال رہی ہے۔ مسلم ملکوں کے پاس سرمائے اور وسائل کی کمی نہیں ہے۔ کسی مسلم ریاست نے غریب اسلامی ملکوں کے ذہین نوجوانوں کی مفت تربیت کا اہتمام کیا ہے۔ دنیا میں اس وقت جتنی بڑی بڑی صنعتی تجارتی کمپنیاں ہیں۔ ان میں کتنی مسلمانوں کی ہیں۔ اسلامی ریاستوں کی کتنی یونیورسٹیاں اعلیٰ معیاری تعلیمی اداروں میں شمار کی جاتی ہیں۔ کتنے اسلامی ملک کشمیریوں کی مکمل آزادی اور فلسطینیوں کی با اختیار ریاست کے لیے سیاسی، مالی اور فوجی مدد کر رہے ہیں۔ تاریخ بار بار گواہی دیتی ہے کہ مسلمان امریکی، برطانوی استعمار کے گماشتے بن کر ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ حکومتوں کے تختے الٹتے ہیں۔ اپنے ذہین لیڈروں کو سزائے موت دیتے ہیں۔ ریاست مدینہ کی بات کرنے والوں کو جیلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ علماء نے مذہب کو انسانی خوشحالی کی بجائے جبر کی علامت بنا دیا ہے۔ اسلام کے نام پر گدیاں ہیں، خانقاہیں ہیں۔ جہاں خاندان دولت کا ارتکاز کر رہے ہیں۔ محمد ﷺ سے وفا یہ ہے کہ امت محمدیہ کے ہر فرد کو روزگار، نظریات، عزت اور وقار کا تحفظ حاصل ہو۔ ان کا علاج معالجہ معیاری اور سستا ہو۔ کسی بھی کلمہ گو کو لاوارث نہ چھوڑا جائے۔ ملوکیت نہیں۔ مشاورت کا اہتمام ہو اور سب مل کر پورے عالم اسلام میں صبح آزادیٔ کامل کے طلوع کو ممکن بنائیں۔ (بشکریہ روزنامہ جنگ، 28 ستمبر 2023ء)

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

22 اکتوبر 2013ء کو (فیڈرل شریعت کورٹ میں) پہلی اور ابتدائی سماعت میں محض اس کیس اور اس کے ساتھ lumped دیگر 117 کیسز کو acknowledge کیا گیا اور کہا گیا کہ دوسری سماعت پر دلائل کا جائزہ لیا جائے گا اور petitioner کو اپنی بات کہنے کا موقع ہوگا۔

دوسری پیشی پر ڈپٹی اٹارنی اور اٹارنی جنرل کی غیر موجودگی کو بنیاد بنا کر ایک نئی تاریخ دینے کی نوید سنائی گئی۔ نیز یہ بھی بتایا گیا کہ ایک سوال نامہ تمام petitioners اور ماہرین قانون، علماء اور فنانشل ایکسپرٹس کو ارسال کیا جائے گا جس کی روشنی میں ڈیمانڈ کردہ اس کیس پر بحث کی جائے گی۔ چنانچہ 14 سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ فیڈرل شریعت کورٹ کی جانب سے بذریعہ مراسلہ و اخباری اطلاع بھیجا گیا اور کہا گیا کہ اس کا جواب تیار کر کے فیڈرل شریعت کورٹ کے رجسٹرار کو حسب استطاعت و توفیق ارسال کیا جائے۔

تنظیم اسلامی کی طرف سے ان 14 سوالات کے جوابات مفصل طور پر تیار کر کے وکلاء کے ذریعے فیڈرل شریعت کورٹ میں داخل کروا دیے گئے اور کورٹ سے استدعا کی گئی کہ معاملے کی اہمیت و نزاکت کے پیش نظر اس کیس کو تیزی سے نمٹایا جائے۔ کورٹ کو assist کرنے کے لیے ہماری جانب سے تین مزید وکلائے سپریم کورٹ کی خدمات حاصل کی گئیں، جن میں رائے بشیر احمد، غلام فرید سنوترہ اور اسد منظور بٹ شامل تھے۔ ہمارے علاوہ بعض دوسرے افراد اور آرگنائزیشنز کی طرف سے بھی جوابات داخل کیے گئے جن میں متحدہ ملی مجلس، جماعت اسلامی اور شیخ ابراہیم وڈیلو اور دوسرے شامل تھے۔ 2014ء کے آغاز تک یہ تمام کارروائی مکمل ہوگئی تھی اور اب اس بات کا انتظار تھا کہ یہ معاملہ کورٹ میں ایک نئی قوت کے ساتھ زیر بحث آئے گا اور ہم سود کی اس لعنت سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 531 دن گزر چکے!

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد'' (حلقہ فیصل آباد) میں

27 تا 29 اکتوبر 2023ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لیے)

اور

مدرسین کورس (نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

نوٹ: مدرسین کورس کے لیے درج ذیل کتابچہ کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں۔

☆ قرآن کے نام پر اُٹھنے والی تحریکات اور ان کے بارے میں علماءِ کرام کے خدشات۔

اور

مدرسین ریفریشر کورس کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: مدرسین ریفریشر کورس کے لیے درج ذیل کتابچوں کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں۔

☆ مطالباتِ دین ☆ تعارفِ تنظیم اسلامی میں سے حصہ دوم ''عقائد یا بنیادی دینی تصورات''

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔ **موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں**

برائے رابطہ: 0300-7914988 / 041-8732325

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت : 78-35473375(042)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر پٹھان فیملی کے سینئر رفیق تنظیم کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، کیپٹن ڈاکٹر کے لیے دینی مزاج کی حامل ڈاکٹر لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0324-7193050

☆ رفیق تنظیم اسلامی اور قرآن اکیڈمی، لاہور کے کارکن، عمر 42 سال، کو عقد ثانی کے لیے (پہلی بیوی فوت) لاہور کے لیے دینی مزاج کی حامل کنواری، بیوہ، طلاق یافتہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0344-5933720

☆ فیصل آباد میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کے حبیب تنظیم کو اپنی بچیوں، بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی ایس (انگلش لٹریچر)، قد "4.'5......دوسری بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم بی ایس (کمپیوٹر سائنس) قد "4.'5 صوم و صلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ برسر روزگار، لڑکوں کے لاہور اور فیصل آباد کے گردونواح سے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0326-0880866

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کرنل ڈاکٹر کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، MBBS (فائنل ایئر) کے لیے دینی مزاج کے حامل ڈاکٹر لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0324-7193050

☆ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ملک برادری کی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم، MSc.Mathematics/B.Ed.، قد 5 فٹ 9 انچ، کے لیے ٹوبہ ٹیک سنگھ اور گردونواح سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4453515

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کرلیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

دعائے مغفرت انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے منفرد اسرہ بدھلہ سنت کے نقیب چودھری محمد اقبال کے بھائی وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0301-7501124

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

From Tanzeem-e-Islami Media Dept

TANZEEM-E-ISLAMI

PRESS RELEASE: 26September 2023

(Shujauddin Shaikh)

"Recognizing Israel would be an act of betrayal towards Islam, the Palestinian Muslims, and the ideology of Pakistan."

Lahore (PR):Recognizing Israel would be an act of betrayal towards Islam, the Palestinian Muslims, and the ideology of Pakistan.

This was said by the Ameer of Tanzeem-e-Islami, **Shujauddin Shaikh**, in a statement. The Ameer expressed immense concern over the recent news regarding the normalizing of relations between Saudi Arabia and Israel with support from the US, with the Crown Prince of Saudi Arabia also affirming the development. The supposed course of action is that 'concessions' will be obtained for the Palestinians as part of the proposed deal. The reality is that Zionist-backed Israel is adamant on its claim that only the Jews will occupy the Holy Land, including the West Bank and Jerusalem. Jerusalem will be the undivided capital of their Jewish state, therefore, Muslims around the world should disregard their historical and religious teachings regarding the Holy Land. Moreover, they should recognize Israel's sovereignty or leave the area altogether. Israel's Prime Minister, Benjamin Netanyahu, reemphasized this very proposition in his address at the 78thsession of the United Nations General Assembly. Furthermore, the Zionist occupation forces, police, and Jewish settlers are constantly attacking the Al-Aqsa Mosque and Palestinian settlements. Annexation of Madinah is also part of the nefarious Zionist ambition of creating a Greater Israel.

Responding to the caretaker foreign minister, Jalil Abbas Jilani's,answer to a question regarding Pakistan's recognition of Israel where he had said that Pakistan would make a decision prioritizing the nation's interests and the Palestinian people, the Ameer of Tanzeem e Islami said that does the government of Pakistan not know that Pakistan's policy regarding Israel is established, from day one, on firm foundations stemming from the Islamic teachings and the verdict of the founders of Pakistan. Quaid-e-Azam had declared Israel the illegitimate child of the West. Liaquat Ali Khan Shaheed had declined recognizing Israel at a time when a nascent Pakistan was facing major economic troubles and US Jewry was willing to open its coffers to Pakistan in exchange for Israel's recognition. The Ameer of Tanzeem e Islami warned the government and state institutions that the Pakistani public will never permit the recognition of the illegitimate Zionist state of Israel. He demanded that the state of Pakistan give a categorical declaration underscoring the policy of non-recognition of Israel.

Issued by
Ayub Baig Mirza
Markazi Nazim of Press and Publications Section
Tanzeem-e-Islami, Pakistan

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.39

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore